U129 Date- 5-1-78

Title - FALSAFA ILAHIYAAT; YAANI JANAB SHAMSUL ULM MAULEENA MAULVI MOHAMMAD HUSSAIN SAHAB AZAD.

Creator - Murattiba Agha Mohd. Tahir Nabeera Hazrat Azad.

Publisher - Matba Geelani (Lahore).

Date - N.A.

Pages - 96.

Subjects - N.A.

فلسفۂ الٰہیات

جناب شمس العلماء مولانا مولوی محمد حسین صاحب آزاد مرحوم

کے

وہ حکیمانہ جذبات جو عربی فارسی سنسکرت کے اندر [illegible] آزاد کے [illegible]

جو

اوراقِ پریشان سے نکال کر [illegible] مرتب کی گئی

مرتبہ

[illegible] آغا محمد طاہر نبیرہ حضرت آزاد [illegible]

[illegible]

هُو

فلسفۂ الٰہیات

یعنی

جناب شمس العلما مولینا مولوی محمد حسین صاحب آزاد مرحوم

کے

وہ حکیمانہ جذبات جو عربی فارسی سنسکرت سے اخذ کئے اور حالتِ بیخودی میں الہامی اردو کے انداز میں تحریر فرمائے

جنکو

اوراقِ پریشان سے نکال کر اس مجموعہ کی صورت دی گئی

مرتبہٗ

آغا محمد طاہر نبیرۂ حضرتِ آزاد

در مطبعِ گیلانی لاہور باہتمام منشی نظام الدین [illegible] طبع یافت

قیمت عمہ

خراب ساقیِ عشقم کہ جام جرعہ او
کلیم راکف دست و مسیح رادم سوخت

یا اللہ آج روحانی قوتیں عطا فرما کہ پروفیسر آزاد مرحوم کے "فلسفۂ الٰہیات" پر چند سطور دیباچہ لکھ سکوں۔ اے معانی سے بھرے ہوئے لفظو! کہاں ہو؟ ذرا سامنے آؤ تم کو صفت درصفت کاغذ کے میدان میں آراستہ کروں، کاغذ سے یہ درخواست ہے کہ اپنا سینہ ان جواہر کے لئے کشادہ کردے۔ قلم! اب دیر نہ کر۔ ان جواہر ریزوں کو وجد کے ہاتھوں سے نذر چڑھا +

ادبی دنیا کے رہنما کی وجدانی زندگی کا ایک صفحہ

حضرت آزاد مرحوم کے والد ماجد علامہ محمد باقر شہید شیعوں کے مجتہد تھے۔ اور اُنکے باپ بھی، اور جہانتک کھوج نکالتے ہیں اُنکے بزرگوں میں صاحبان اجتہاد ہی نظر آتے ہیں۔ مولانا آزاد نے دینیات کی تکمیل گھر میں اپنے والد سے کرلی تو علوم مروجہ کے شوق نے دہلی کے عربی کالج میں پہنچایا، لیکن کالج میں مولانا کی تعلیم اس نہج پر ہوئی کہ اُس نے آپکی ذہنیت کی کایا پلٹ کردی اور آیندہ انقلابات کا پیش خیمہ بنگئی، لہذا اس اجمال کی تفصیل کیلئے اور مولانا کی کیریکٹر اسٹڈی کے لئے ہم ان مراتب کو سلسلہ وار لکھتے ہیں :-

دہلی میں نواب سید حامد علیخاں صاحب مرحوم بڑی چلتی رقم تھے کہ اپنی عقل و تدبیر کے زور سے ابوظفر بہادر شاہ کے وزیر اعظم اور مختار کل بنے ہوئے تھے۔ اُنکی رئیسانہ طبیعت کو گوارا نہ تھا کہ دوسرا شخص بادشاہ کے مزاج میں دخیل ہو، ادھر یہ حال تھا کہ شہر میں مولانا محمد باقر علیہ الرحمہ اور قلعۂ معلیٰ میں اُنکے دلی دوست حضرت ذوق کا طوطی بول رہا تھا۔ نواب صاحب موصوف کو اس کی تاب کہاں تھی۔ چنانچہ اُنہوں نے حضرت ذوق کے توڑ پر تو حضرت غالب کو پہنچایا اور مولانا کے مقابلہ میں علامہ قاری جعفری علی صاحب مرحوم کو لا کھڑا کیا۔ قلعہ میں تو کچھ بس نہ چلا لیکن شہر میں دھڑا بندی شروع ہو گئی، رشک و حسد کی فوجیں پرے جمانے لگیں، قلعہ میں تو شعر و شاعری کا مسئلہ تھا، فقط چشمک کے

تیر کارستانیاں کرتے تھے۔ مگر یہاں مذہب کا معاملہ تھا۔ جوش و خروش کے توپچی کمریں باندھ، کفر و الحاد کے تیر برسانے لگے۔ مباحثہ سے مناظرہ اور مناظرہ سے مجادلہ تک نوبت پہنچی۔ سب جانتے ہیں کہ مباحثوں کی گرم بازاری میں مولویوں کا مسلک جدا ہوتا ہے۔ یہ جماعت جب ایک مرتبہ آستینیں چڑھا کر میدان کارزار میں آتی ہے تو پھر کسی پاس و لحاظ کو دل میں جگہ نہیں دیتی۔ اُستاد ہو یا شاگرد کسی کو پناہ نہیں ملتی۔ قاری صاحب مرحوم خود مولانا محمد باقر مرحوم کے شاگرد تھے لیکن عربی کالج میں پروفیسر ہونے کی وجہ سے حضرت آزاد کے استاد ہوئے۔ اگر وقتی مصالح کی بنا پر دونوں رفیقوں سے منہ موڑ کر نواب صاحب کا دامن زریں ہاتھ میں تھام رکھا تھا۔ ملا محمد باقر آخر استاد تھے اور شاگرد کی کمزوریوں سے خوب واقف۔ خود تو موقعہ بچاتے لیکن مسائل متنازعہ میں حضرت آزاد کو تیار کر کے کالج میں بھیجتے، یہ اُن تیروں کو اپنی طرف سے منطقی موشگافیوں کے زہر میں بجھاتے، پھر کالج میں جا کر شیریں زبانی اور خوش بیانی کی کمان سے اس طرح اُستاد پر برساتے کہ منہ پھیر دیتے جب ان قصوں نے بہت طول پکڑا اور ہر روز نیا شگوفہ برسر جماعت کھلنے لگا۔ تو قاری صاحب عاجز آ گئے اور سمجھ گئے کہ شاگرد کے سینہ میں میرا اُستاد جلوہ افروز ہے، کچھ بن نہ آئی تو پرنسپل سے کہکر مولانا آزاد کو دینیات کے شعبہ سے نکلوا دیا۔ پرنسپل انگریز تھا۔ انکے ہاں تنگ خیالی کو بار نہیں۔ اُس نے مولانا آزاد سے کہا "مولوی صاحب تم اس جماعت میں نہیں رہ سکتے تمہارا اُستاد شکایت کرتا ہے کہ یہ مولوی پڑھنے نہیں آتا پڑھانے آتا ہے۔ لیکن تم بڑی خوشی سے سُنی مولوی صاحب کے درس میں شامل ہو سکتے ہو۔ سُنی دینیات کے پروفیسر دہلی کے مشہور عالم سید محمد صاحب مرحوم تھے۔ اور بڑے عالم اور آزاد خیال تھے۔ اُنہوں نے پہلے ہی دن حضرت آزاد سے کہا "ہم نے سُنا ہے کہ تم مباحثہ خوب کرتے ہو، لہذا آج فلاں بحث پر ہمارے سامنے تقریر کرو۔ ہم بھی تو دیکھیں کہ قاری صاحب استدر نالاں کیوں ہیں"، حضرت آزاد نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور ایسی شستہ اور برجستہ تقریر کی کہ مولانا سید محمد صاحب پھڑک گئے۔ اُٹھ کر سینے سے لگا لیا اور کہنے لگے "ایسے ذہین اور ہونہار انسان تو النادر کالمعدوم کا مصداق ہیں۔ صدیوں میں جا کر کہیں ایک دو لوگ اس قسم کے پیدا ہوتے ہیں، محمد حسین! تم خاطر جمع رکھو، ہم تم کو پڑھائنگے اور خاص توجہ سے پڑھائینگے"۔ چنانچہ مولانا نے سنی دینیات کی تکمیل مولانا سید محمد صاحب سے کی۔ اس دلخراش واقعہ سے اتنی بات ضرور ہوئی کہ شیعہ سُنی دونوں کے مذہب سے مولانا اچھی طرح واقف ہو گئے۔ اور اسلام کے ان دو اہم اور زبردست فرقوں کی خوبیاں اور کمزوریاں دل پر روشن ہو گئیں جن کی مدد سے اس فرشتہ خصلت انسان نے اپنے لئے ایسا راستہ ڈھونڈا جو تعصب اور تنگدلی کے کانٹوں سے صاف تھا اور ملائکہ شمع ہاتھوں میں لئے رہنمائی کر رہے تھے۔

سچ پوچھو تو اگر تعصب کی عینک اُتار دی جائے تو کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان دو فرقوں میں سے ایک فرقہ سرتاپا مجموعۂ عیوب ہے اور دوسرا از اوّل تا آخر گلدستۂ محاسن ہے۔ مگر آپس کی لاگ اچھائیوں سے انکار کراتی ہے اور دشمنی عیوب کو اور چمکا کر دکھاتی ہے۔ اور دونوں طرف کے مولوی اس شر میں اپنے لئے خیر ڈھونڈ لیتے ہیں۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ اپنے ذاتی فواید کے لئے یہ مولوی لوگ خلقِ خدا کو کس طرح حیران کرتے اور لڑاتے ہیں +

اب مولانا کی اعتقادی دنیا میں پہلا انقلاب آیا۔ خاندانی اجتہاد کو جو قومی سرداری کا ہمسایہ تھا قطعی دل سے نکال دیا۔ بلکہ مدت العمر امام بنکر نماز بھی نہ پڑھائی۔ پختہ ارادہ کر لیا کہ تعصب سے علیحدہ ہوکر کام کرنا چاہئے جس سے ملک و ملت کو فائدہ پہنچے۔ بیشک عقاید کے لحاظ سے مولانا شیعہ تھے لیکن اُن عقاید کی بنیاد حضرت علی علیہ السلام کے کمالات روحانی اور درجات علوی تھے نہ کہ خلافت اولیٰ کے تباہ کن فتنہ پرداز جھگڑے، اور ان عقاید کا اثر وفورِ محبت و مودۃ اہلبیت طیب و مُطہر تھا نہ کہ اُن کے مخالفین و معاندین پر تبرّا اور لعنت کی بوچھار +

اس انقلاب کے بعد دوسرا قدم مولانا نے یہ اُٹھایا کہ حضرتِ ذوق کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ ظاہر میں تو خاندانی تعلقات اور شعر و شاعری باعث ارتباط و اختلاط تھی۔ لیکن پردے پردے میں اُستاد کا باطنی فیض بھی پہنچ رہا تھا۔ حضرت ذوق بڑے متوکل، صوفی، اور درویشانہ صفات کے انسان تھے۔ اسکے علاوہ مولانا خود بچپن سے اپنے گھر میں قال اللہ اور قال الرسول ہی سنتے آئے تھے۔ طبیعت نے ایک خاص رنگ اختیار کر لیا تھا، بہت سا وقت جو تصنیف و تالیف اور امور خانہ داری سے بچتا، درود و وظایف میں صرف ہوتا +

اسی اثنا میں غدر ۱۸۵۷ء کا محشر خیز ہنگامہ برپا ہوگیا، جس کی تصویر مولانا نے خود ان الفاظ میں ایک جگہ کھینچی ہے "فتحیاب لشکر کے فرعون بے سامان سپاہی دفعتاً گھر میں گھس آئے اور بندوقیں دکھائیں کہ جلد نکلو۔ دنیا آنکھوں میں اندھیر تھی۔ بھرا ہوا گھر سامنے تھا اور میں حیران کھڑا تھا کہ کسے اُٹھاؤں اور کسے چھوڑوں۔ آخرالامر حضرت ذوق کے دیوان کا مسودہ بغل میں مار، سجے سجائے گھر کو چھوڑ، نیم جانوں کے ساتھ گھر سے بلکہ شہر سے باہر نکلا۔ غرض میں تو آوارہ ہوکر خدا جانے کہاں سے کہاں نکل آیا" ان واقعات کی تفصیل ایک قیامت کا مرقع ہے۔ یہاں اسکی گنجائش نہیں۔ انشاءاللہ حیات آزاد لکھونگا تو وہاں آنسوؤں کی لڑیاں آویزاں کردونگا۔ فقط اتنا کافی ہے کہ گھر بار، جائداد، پریس، کتب خانہ، اثاث البیت، زر نقد و جنس غرض تنکا تنکا پلک جھپکانے میں اپنے سے پرایا ہوگیا۔ جو گھر اور سامان سو سال میں بنایا تھا غدر کی بجلی نے ایک آن میں فنا کر دیا۔ خاکسار کہتا ہے کہ ہندوستان بھر میں اسکی نظیر ملنا مشکل تھی۔ ان سب پر طرّہ یہ کہ علامہ باقر مجتہد شہید ہوگئے۔ بچے توپ کے گولوں کی بھینٹ چڑھ گئے۔ جنکے کفن دفن کا انتظام جس طرح ہوا اللہ بہتر جانتا ہے۔ اللہ اکبر جو مستور پردوں میں بیٹھنے والی بیبیاں، بے برقعہ اور بے چادر جنگل میں حیران پھرتی تھیں نہ آسمان ٹوٹ کر اُن کی مشکل آسان کرتا تھا نہ زمین پھٹ کر ان کی پردہ پوشی کا ذمہ لیتی تھی +

اے امن وامان کے نشہ میں مخمور دوستو! ذرا سی دیر کے لئے ان باتوں کو اپنے دماغوں میں جگہ دو۔ پھر معلوم ہوگا کہ جس انسان پر یہ حادثات گذرے ہوں، وہ دنیا اور دنیا والوں سے کیا دل لگائیگا؟ بے ثباتیٔ عالم کی تحقیق میں یہ سودمند قدم تھا جو مولانا نے اٹھایا اور پھر جیتے جی اس بیوفا دنیا کی طرف توجہ نہ کی۔ مرتے دم تک اسے منہ نہ لگایا بلکہ صرف اسقدر تعلق رکھا کہ دفع الوقتی ہوجائے اور مشاغل علمی و روحانی میں کوئی فرق نہ آنے پائے +

آخرکار آوارگی اور سراسیمگی کا زمانہ ختم ہوا۔ جو تمام کا تمام درویشانہ لباس اور وضع میں بسر ہوا۔ اکثر راتیں درویشوں ہی میں گذاریں۔ اکثر ایام خانقاہوں ہی میں بسر کئے۔ آخرالامر بڈھیانہ ہونے ہوئے لاہور آئے اور استقلال نصیب ہوا اور یہاں آکر زیادہ تر توجہ علمی مشاغل اور قوم کی بہبودی کی طرف مبذول کی۔ مگر ذکر و اذکار درود وظائف جو ان کی عمر بھر کی کمائی تھی اب اس حالت میں بھی دم کے ساتھ تھے کبھی ان سے غافل نہ رہتے۔ ہاتھ پیروں کو دنیا والوں کی بھلائی میں اور دل و دماغ کو معبود حقیقی کی یاد میں لگائے رکھتے تھے +

علمی مشاغل میں زبانوں کی تحقیق اور بال کی کھال نکالنے میں جو کمال مولانا کو حاصل ہوا، وہ سب پر روشن ہے۔ اسی سلسلہ میں عربی فارسی سنسکرت ژند پاژند اور خدا جانے کن کن سمندروں میں شناوری کی اور جو جو موتی اس غواص نے کھوج نکالے، تصانیف متعددہ میں اپنی آب و تاب سے ناظرین کی نگاہوں کو خیرہ کر رہے ہیں۔ عیاں راچہ بیاں؟ اس تحقیق میں ان قوموں کی ابتدائی زندگیاں، روحانی کمالات، جذبات و احساسات، عبادت کے طور طریقے، سب ہی کچھ سامنے آئے اور دماغ کے نگارخانہ میں محفوظ رہتے رہے۔ خصوصاً ان اقوام کے علوم روحانی اور ذخائر تصوف کبھی علمی حیثیت سے کبھی وجدانی رنگ میں، اور کبھی حکیمانہ شان میں، غرض مختلف صورتوں میں مولانا کے سامنے آتے رہے اور اپنی طرف کھینچتے رہے۔ عربی فارسی تو گھر کی دولت تھی منطق اور فلسفہ یونان نوک زبان تھا۔ تصوف کا درس بچپن سے ازبر تھا۔ مگر سخن ان فارس نے ژند و پاژند اور سنسکرت کے روحانی فلسفہ سے بھی آگاہی دی جس کا ایک ہلکا سا نقش سپاک و نماک میں موجود ہے +

غرضکہ یہ تمام واقعات کچھ اس ترتیب سے جمع ہوتے رہے کہ روحانی ذوق و شوق کو بڑھاتے ہی رہے۔ دوسری جانب دنیا کی بے ثباتی رات دن صفحۂ دل پر سطرح نقش کا لحجر ہوتی رہی کہ اس مردار کی طرف کبھی توجہ ہی نہ ہوئی۔ ادنیٰ سی بات یہ ہے کہ پندرہ سولہ بچے مولانا کے ہاں پیدا ہوئے اکثر بڑھے، جوان ہوئے، پروان چڑھے۔ مگر قریب قریب سب آنکھوں کے سامنے خاک کا پیوند ہوگئے۔ لیکن درپردہ یہ تمام واقعات روحانی عمارت کیلئے مواد کا کام دیتے رہے اور طبیعت کو زیادہ لگاؤ اسی طرف ہوتا گیا +

سنہ ۱۹۲۲ء میں ایک سرکاری ضرورت سے کابل، سمرقند، بخارا، اور وسط ایشیا کا سفر کرنا پڑا، تو وہ بھی قلندرانہ طریقہ اور لباس میں کیا، وہاں کے صاحب حال بزرگوں سے ملے ان کو دیکھا بھالا اور جب علمی مشاغل سے فارغ ہوتے تو جس طرح زبانوں کے کھوج نکالتے ہیں اس روحانی فلسفہ کے سراغ کے درپے ہوئے اور مختلف ممالک کے فلسفوں کو بڑی

خوبی کے ساتھ ایک دوسرے سے پیوست کرتے۔ چنانچہ اس بات کا بہت کچھ ثبوت ناظرین کو اسی کتاب میں ملیگا۔ مگر یہ باتیں اکثر اکیلے میں ہوتیں اور خاص اپنی ذات کیلئے مخصوص تھیں اوروں سے انکا کچھ واسطہ نہیں +

ایک دفعہ ایک تختی لائے جو شاید اب بھی ملتی ہو وہ روحوں کو بلاتی تھی۔ روحیں سوالات کا جواب پنسل سے لکھدیتی تھیں۔ مگر یہ بہت ابتدائی باتیں ہیں۔ کچھ دنوں بعد اُسے پھینک دیا۔ اور بغیر کسی خارجی مدد کے، خود فرماتے کہ وہاں کی یا فلاں جگہ کی رُوح آئی ہے۔ پہلے خود سوال کرتے، پھر تھوڑی دیر خاموش رہتے، بعد ازاں تعجب کے لہجہ میں اس بات کا جواب دیتے۔ اور کہتے "اچھا! تو یوں ہے" معلوم ہوتا تھا کہ کوئی غیر شخص بہت ہی آہستگی کے ساتھ اُن سے کچھ کہہ رہا ہے یا دل و دماغ میں اُن باتوں کا جواب اُتر رہا ہے۔ جس کو یہ اپنے دل و دماغ کا نتیجہ نہیں سمجھتے" بلکہ کسی اور قوت کا اثر سمجھتے ہیں۔ مگر یہ سب باتیں اُس وقت کی ہیں جب گورنمنٹ کالج لاہور میں لکچرار تھے۔ احباب و آشنا سے ملتے تھے سارے کام حسب معمول کرتے تھے۔ با ایں ہمہ طبیعت میں ایک لٹک سی پیدا ہو چلی تھی۔ اور اکثر اوقات تنہائی میں آپ ہی آپ باتیں کیا کرتے تھے۔ اسی حال میں ۱۸۸۵ء کے آخر میں ایران کا سفر کیا، جہاں سے واپس آکر سخندان فارس مکمل کیا، سفر نامہ اور لغت کا مسودہ بنا کر لائے۔ یہ سب چیزیں تو دنیا والوں اور اہل ملک کیلئے تھیں۔ اپنے لئے جو کچھ لائے وہ دماغ میں محفوظ تھا۔ پھر کالج میں آکر لکچر دینے لگے +

اکبری دروازہ کے باہر کتب خانۂ آزاد قائم کیا جسمیں چیدہ چیدہ اور نایاب کتابیں قرینے سے سجائی تھیں۔ ظاہر میں یہ سب کچھ تھا لیکن باطن میں دوسرا رنگ غالب آتا جاتا تھا۔ دریں اثنا ان مولانا کی ایک چہیتی اور لاڈوں کی پالی فاضلہ بیٹی کا انتقال ہو گیا جو بقول مولانا اُن کے علمی مشاغل میں اُنکی مشیر اور دست راست تھی۔ اس واقعہ نے قلب پر بہت اثر کیا اور اس دنیا سے بالکل جی اُچاٹ ہو گیا، مگر وا رے ضبط! منہ سے اُف تک نہ کی، دامن صبر ہاتھ سے نہ چھوٹا۔ لیکن دنیا سے جو ذرا بہت لگاؤ تھا سب جاتا رہا۔ اس دہر فانی کی بے ثباتی کا نقش جلی حرفوں میں سینے پر لکھا گیا اور اُسے مطالعہ کرنا مولانا کا خاص مشغلہ ہو گیا +

آخر کار وہ دن آگیا جبکہ ساغر دل مختلف قسم کی شرابوں سے سراپا معمور ہو گیا ع پیمانہ بھر چکا تھا چھلکنے کی دیر تھی سو اس کے لئے ایک بہانہ مل گیا۔ قدرت نے وہ سامان بھی پیدا کر دیا ۱۸۸۹ء کے لگ بھگ لاہور میں ایک درویش سید وحیدان شاہ چشتی تشریف لائے جو کبھی سالک تھے اور کبھی مجذوب۔ پاس ہی نویں کوٹ میں قیام کیا بعض اوقات اچھی خاصی باتیں کرتے۔ جلنے والوں سے صاحب سلامت بھی کر لیتے لیکن بعض اوقات بالکل آپے سے باہر ہو کر خدا جانے کیا کیا سنا دیتے۔ عموماً لوگوں سے بات نہ کرتے تھے۔ مولانا کو بھی تقدیر اُدھر لے گئی۔ سید صاحب بہت محبت اور شفقت سے ملے جو کچھ نذرانہ یا پیشکش مولانا لیجاتے، وہ قبول فرما لیتے۔ بعد چندے راز و نیاز کی مجلسیں گرم ہونے لگیں تخلیہ کی ان صحبتوں کا جو نتیجہ ہونا چاہئے تھا بہت جلد ظہور میں آگیا کہ مولانا با ایں ہمہ علم و فضل دیوانگی و وارفتگی

کے ہمدوش ہوکر محبت کے کوچہ و بازار میں رسوائی کا تمغہ لگائے پریشانی کا پٹکا باندھے - جذبِ کامل کا علم ہاتھ میں لئے باآوازِ بلند یہ شعر پڑھتے ہوئے مارے مارے پھریں ؎ اگڑی کا ہے گماں تنک سے ملاگیری کا + رنگ لایا ہے دوپٹہ ترا میلا ہوکر

ایکدن مولانا کالج سے پڑھاکر نکلے تو بجائے گھر آنے کے نویں کوٹ چلے گئے - ابھی چند قدم کا فاصلہ تھا کہ سید صاحب نے نظر اُٹھاکر دیکھا مسکرائے اور فرمایا "جا محمد حسین جا تیرے لئے دہلی کا حکم آیا ہے دلّی چلا جا" خدا جانے اس اک کلمۂ نازمیں کیا جادو تھا - اور اس اک فقرہ میں کیا تاثیر تھی جسنے آزاد کو اپنا اسیر بنالیا - گویا یہ بات جو سید دھیان شاہ کے منہ سے نکلی اک بجلی تھی جسنے صبر و سکون، ہوش و حواس، تحمل و وضعداری، علمیت و تجربہ کاری، سب کو خاک سیاہ کرکے اس جسم خاکی میں وہ کیفیت پیدا کردی جسکی ادنیٰ جولانگاہ دار و رسن ہے صحرانوردی جسکا معمولی سا کرشمہ ہے جسمیں تلوار کے وار کو ایک دلفریب ادا ظلم و جفا کو عین وفا خیال کیا جاتا ہے، تغافل کا رواج ہے بے تعلقی کا چلن ہے +

الغرض بے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید والی بات ہوگئی، حضرت آزاد اُسیوقت پیدل دلی کیطرف روانہ ہوگئے ٹپیالہ وغیرہ ہوتے ہوئے جنگل بیابانوں سے گذرتے ہوئے دلّی پہنچے مگر عجیب شان سے پہنچے سر سے پگڑی غائب پیر میں جوتا ندارد، حال حیران پریشان، ایک آناً فاناً میں تمام دلّی میں شور مچگیا کہ شمس العلما مولوی محمد حسین صاحب اس حال میں وارد شہر ہوئے ہیں - ایک دنیا تھی کہ آپکو دیکھتی تھی اور انگشت بدنداں تھی، رشتہ دار دنکو حسن کر یقین نہ آتا تھا جب آنکھوں سے دیکھتے تھے تو بے اختیار روتے تھے کہ ہائے یہ کیا ہوگیا - ہائے اب کیا ہوگا" منّت سماجت کرتے کہ برائے خدا گھر چلیئے - مگر یہاں کون سنتا تھا - کبھی قدم شریف کبھی اُستاد ذوق کی قبر کبھی شہر کبھی جنگل، جہاں ستلوں کا من کہتا وہیں جاتے اور دن گذارتے، بہت بھوک لگتی تو کسی دوکان سے مٹھی بھر چنے اُٹھالئے وہ بھی کئی کئی دن کے بعد - لوگ کھانے اور مٹھائیاں پیش کرتے مگر مولانا نگاہ اُٹھاکے بھی نہ دیکھتے اِدھر کا حال سنئے گھر والے سب لاہور میں حیران سرگردان تھے کہ مولانا کہاں گئے - آخر دلّی سے خبر آئی تو اک کہرام مچگیا، والد ماجد مرحوم دہلی گئے - ڈھونڈا، بہت کچھ سمجھایا کہ خدا کے لئے گھر چلیے - مگر ایک نہ مانی - آخر والد صاحب ملازمت سے مجبور تھے واپس چلے آئے - اس عرصہ میں وہ جذبہ، سکون کی طرف مایل ہوچلا تھا - اُنکے بچپن کے دوست شمس العلما منشی ذکاء اللہ صاحب مرحوم منا بر جاکر اپنے دولت خانہ پر لے آئے تقریباً ایک سال تک مہمان رکھا، اور وہ وہ نازبرداریاں کیں کہ اس زمانہ کی دوستی اور محبت اُن پر قربان ہے - خود اور سارا گھر گویا اُن کے حکم کے پابند تھے - اس عرصہ میں طبیعت نے بہت کچھ قرار پکڑلیا تھا، اور سید دھیان شاہ والی کیفیت ہوگئی کبھی سالک تھے کبھی مجذوب، چنانچہ والد صاحب دہلی گئے اور اپنے ساتھ لے آئے - اب مولانا اپنے علیحدہ مکان میں رہنے لگے - آس پاس الماریوں میں کتبخانہ سجادیا درمیان میں پلنگ، ایک گوشہ میں چھوٹا سا بوریا، اس پر فرش کاغذ قلم دوات سب کچھ پاس رکھکر بیٹھتے، صبح شام ٹہلتے، چار پانچ میل سیر کو جنگل یا باغوں میں جاتے

جہاں ہر پتّہ اُنکا مخاطب تھا، ہر درخت اُن سے بات کرتا تھا، نسیم کا ہر جھونکا اُن کے لئے نئی خبریں لاتا تھا۔ اور پھولوں کی خوشبو خدا جانے کس کا پتہ دیتی تھی۔ غرض کہ صبح و شام کی تفریح آنکی زندگی تھی، راہ میں کوئی ملتا اور سلام کرتا تو جواب دیتے اور کھڑے ہوکر اُسکے لئے دعا کرتے اور روانہ ہو جاتے۔ دونوں وقت گھر پر کھانا کھاتے آم اور تربوز سے بہت رغبت تھی +

یہ تاریخ تھی اُس چھاپہ خانہ کی جس میں سے ایسی کتابیں نکلی ہیں جنہوں نے اُردو کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ مولانا نے مرحوم اگر یورپ یا امریکہ میں ہوتے تو اُنکی زبان سے نکلا ہوا اک اک حرف قلمبند کیا جاتا۔ اور اُنکے ذریعہ دماغی اور روحانی ترقیات اور کیفیات کے مدارج معلوم کئے جاتے لیکن یہ ہندوستان ہے جہاں لوگ زیادہ تر بیہودہ رسومات کے گرویدہ ہیں نہ کہ ادب کے۔ اور انہیں ساختہ پرداختہ رسومات پر کٹے مرتے ہیں + یہ تمام کیفیات گویا مولانا کی ذہنیت کے ابتدائی مراحل سے لیکر انتہائی معراج تک کی ایک مجمل گر سبق آموز تاریخ ہے۔ اس کتاب کے متعلق نہ کچھ لکھونگا نہ لکھ سکتا ہوں یہ دیباچہ ہے، وہ کام مقدمہ لکھنے والے کا ہوگا، جس کی قسمت میں لکھا ہے وہی اس عزت سے سرفراز ہوگا۔ چند الفاظ اُن لوگوں کے لئے لکھدونگا جو آجکل نئی روشنی کے تیل سے علم کا چراغ روشن کئے بیٹھے ہیں وہ اسے مجذوب کی بڑ سے زیادہ وقیع نہ سمجھینگے۔ اس دیباچہ کو غور کے ساتھ پڑھیں پھر کتاب کو چھوئیں +

اس کتاب میں، اُردو زبان میں، الہامی طرز میں، (جو اُردو میں شاید بےنظیر ہے) مختلف باتیں دیکھیں گے کچھ حصہ تو دعائیں اور التجائیں ہیں۔ بعض عقاید کی بحثیں ہیں، اور عقلی نظریات ہیں جو مختلف زبانوں میں موجود تھے اُن کو آپس میں مولانا نے متوازن کیا ہے۔ طرز تحریر جلد جلد بدلتی ہے۔ اس سے گو ابتدا میں ذرا اُلجھن ہوگی لیکن بددل نہ ہونا چاہیئے، اس نئی طرز کی اُردو کو دو چار دفعہ سنبھلکر پڑھو تو مشکلات حل ہو جائینگی +

مولانا نے یہ کتاب عالم خود فراموشی میں لکھی ہے۔ اسلئے ہر اُس شخص کے لئے یہ کتاب ایک نعمت غیر مترقبہ ہے جو دقیق النظر ہونے کے علاوہ نفسیات سے بھی کچھ لگاؤ رکھتا ہے۔ کیونکہ مولانا نے اس کتاب کو اس رنگ میں لکھا ہے گویا یہ تمام مضمون کوئی دوسری قوت لکھوا رہی ہے۔ وہ خود کچھ نہیں لکھتے +

اب خدا تعالیٰ سے دعا مانگتا ہوں، کہ یا اللہ! اپنے اُس مست کو جو دنیا کی آزمائش اور امتحان میں پورا اُترا اور جس نے تجھے پالیا۔ اُس کی ایک نگہ مستانہ کو اس بدمست کی طرف بھی پھیر دے۔ شاید یہ بھی پارس ہو جائے ؎ آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

لاہور۔ ۲۴ مارچ ۱۹۲۶ء

دعا کا محتاج

طاہر نبیرہ آزاد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پتا کا جامیا (راہ آگاہی)

اب بھی جو تو ہم سے لے تو ہم تجھے دیں ۔ تو ہم سے لے اُوروں کو دے یہی ہے دنیا کی راہ ہم نے تجکو دیا ۔ تُو اُوروں کو دے کہ وہ تجکو لیں ۔ اور تجھ سے مستعار نہ لیں مستقل نہ لیں وہ لیں کہ راسخ ہو دل میں ۔ اور جو لیں وہ ایسا لیں کہ اُوروں کو دیں ۔ اور یہ لیں دین چلا جائے ۔ جب تک کہ جائے ۔ اور جائے ۔ اور جائے ۔

یہ ہے ہماری راہ آہ آہ آہ آہ آہ ہہ ...

ایک یہ دن ہے کہ تو ہے ۔ ایک دن ہے کہ تُو نہ ہو ۔ تُو ہو تو اَور ہو ۔ اور کچھ ہو اور اُور سے اَور ہو ۔ ہو تو ۔ اور ہو ۔ اور ہو ۔ ہم ہوں اور تو ۔ اور اُور نہ ہو ۔ پھر بھی ہم تجھے دیں ۔ اور تو ہو کہ لے ۔ اور لے اور لے ۔ ہم کہیں یہی ہے ؟ تو کہے ہاں الیشور یہی

ہے۔ ہم کہیں۔ کیوں ہم نے کیسا دیا؟ تو کہے۔ مہاراج جو کہا تھا اُس سے زیادہ دیا!
۔ ہم کہیں ابھی اَور دینگے۔ تو کہے۔ مہاراج آپ ایسے ہی ہیں۔ اور اس سے زیادہ ہیں!
۔ ہم کہیں زیادہ ہیں تو اِس سے زیادہ لے۔ تو کہے۔ زیادہ ہو تو پھر میں کیا کروں؟
۔ ہم کہیں۔ اَور لے۔ تو کہے مہاراج دوں کسے؟ کوئی ہے نہیں۔ ہم کہیں دیکھ۔
ہم انہیں ایسا کریں گے کہ یہ بہ تنگ ہو جائینگے۔ اور کہیں گے۔ جیتے ہیں مرتے نہیں
۔ جیتے ہیں مرتے نہیں۔ ہائے کیونکر مریں؟۔ مرے مرے مرے۔ ارے مرے
مرے مرے۔ ارے غضب رے! ارے غضب رے! کیسی ہوئی؟ کیسی ہوئی؟
ہَے ہَے بُری ہوئی۔ ہَے ہَے بری ہوئی۔ یہ تو بُری ہوئی۔ بُری بُری بُری
آہ آہ ہائے ہائے ہا ہا ہا ہَ ہَ ہَ ہَ ہَ ہَ

اے صادق القول نفس ناطقہ کہہ

اَے سہارا دینے والے! تو نے ہمیں دیا۔ ہم نے تجھ سے لیا۔ تو ہے دینے والا۔ یہ ہے ناطقہ لینے والا۔ میں ہوں بیچ میں۔ جو تو دیتا ہے مَیں لیتا ہوں۔ میں لیتا ہوں اور کہتا ہوں۔ یہ کیا ہے؟ تو کہتا ہے؟۔ ہاں یہ وُہی ہے جو ہم نے کہا تھا۔ اے میرے ایشور تو نے وہی کیا جو کہا تھا۔ میں وہ نہیں کر سکتا جو وعدہ دیا تھا۔ ہاں تو ہو میرے وَعدہ کا پورا کرنے والا اے میرے ایشور۔

اے میرے ایشور تو کر میرا وعدہ پورا۔ میں تو ہوں اپنے کام میں کوتاہ۔ جو تو نے لکھوایا تھا میں نے لکھا تھا۔ اب میں آپ لکھوں تو کیا لکھوں؟ اے میرے بندے ہم لکھواتے ہیں تو لکھ۔ ہم جانتے ہیں تُو لکھے گا وہی جو ہم کہتے ہیں۔ تُو ہے ہم ہیں۔ پھر کیوں نہیں لکھ سکے گا۔ اے میرے ایشور میں ہوں۔ تُو ہے مگر میں تو اِن میں ہوں۔ یہ ہَم اَور ہیں۔ مَیں اَور ہوں۔ یہ مجھ میں ہو کر آپ کچھ کا کچھ کہہ دیتے

نفس ناطقہ خود کہتا ہے۔ نفس ناطقہ کہتا ہے۔

ہیں۔ میں حیرۃ میں ہوں کہ کیا کہوں؟ اور کیا لکھوں؟ تو مجھے وہ وسے کر ان کا اثر اُس میں نہ ہو۔

اے میرے ایشور میں نے تجھے پایا۔ تو نے مجھے پایا۔ اب مجھے اُن کی کیا پروا۔ اے میرے بندے تجھے کیا خبر ہے۔ وقت ہوگا کہ تجھے یہ سخت ایذا ہوگی اور تو نہ کر سکے گا کچھ۔ ہم ہونگے یہاں۔ تو ہوگا ناسوت میں ہم کچھ نہ کر سکیں گے تو ہوگا زاری میں۔ ہم ہونگے بیزاری میں اور کہیں گے۔ جاؤ بے ایمانو۔ جاؤ بے ایمانو۔ ہوگے نہ ہوگے۔ ہوگے نہ ہوگے۔ ہم ہیں اپنے کام میں۔ تم ہوئے ناکام۔ دیکھو یہ ہے ہمارا کام! ہم ہیں کہ کرتے ہیں پورا فلسفۂ الٰہی کو۔ اور دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں۔ تھے ہم سری مہاراجہ جے چند ہوئے ہم پروفسر آزاد دیکھو یہ ہیں ہم۔ ہم یہ ہیں۔ تم یہ نہیں۔ اے ایشور مہاراج کونسا وقت وہ ہے کہ میں رہوں۔ یہ نہ ہوں۔ میں تو ہوں کام میں۔ یہ ہوں نکمے۔ میں نے انہیں دیکھا ہے ایسا۔ انہوں نے بھی دیکھا ہے۔ مگر نہ سمجھے۔ اب ہیں بدتر۔ ہوں

بدتر سے بدتر - یہی ہے حال کہ آج سے دو دن کے بعد یہاں کوئی دیکھے گا کہ یہ کہاں ہے؟ - یہ ہے ہماری **حکمۃ** جس دن اُسے پورا کریں گے ہوگا **فلسفہ**.

آج ہم پِتّا **کا** کا حاصل لکھواتے ہیں -

پہلا ملاپ

اس میں اُن چیزوں کا بیان ہے جنہیں ہم دیکھتے ہیں.

- اور وہ ہیں! اور سوچتے ہیں. اور پاتے ہیں کہ ہیں!

پہلے اُن میں مادّہ ہے . وہ ہے! - اور وہ معدوم نہیں ہوتا - اُسے کیسا ہی رگڑو یا کاٹ کر چاہو کہ وہ ایسا ہو کہ سمجھو اب نہ رہا - یہ نہ ہوگا - وہ ایسا رَوۂ رَوۂ مہین ہو کر عالِم اور آفاق میں پھیلا ہوا اُڑ رہا ہے کہ ہمیں معلوم نہیں ہوتا. اور وہ ہے! وُہ کیا ہے؟ وہ **ہیولیٰ** اس کے رُوے ایسے ننھے ننھے مہین ہیں کہ کسی قوۃِ حسّی سے معلوم نہیں ہوتے ، ان کو بھی چاہیں تو ایک کو دو اور دو کو چار کر ڈالیں - تو

وہ رہیں گے یہ نہ ہوگا کہ کہیں اب معدوم ہوگئے۔ اسی کو ہم نے عرب میں کہا

جزوِ نامتجزّی — کہ ہر جزو متجزّی ہے جزوِ نامتجزّی محال ہے۔ اچھا تم ایک جزو نامتجزّے لاؤ۔ ہم

دوسرا ویسا ہی اَور لیں گے اور دو کو ملائیں گے۔ اور ایک تیسرا ویسا ہی اور لے کر

اُن دو کے اوپر رکھ دینگے۔ ان دو کی درز جہاں ملی ہوئی ہے۔ او پر والے کی کسی

جگہ پہ ہوگی۔ وہیں سے کٹا۔ اور دونو ٹکڑے موجود۔ اُنہیں پھر جا ہو تو پھر اسیطرح

کاٹ لو۔ اور کاٹتے چلے جاؤ۔ معدوم نہ ہونگے۔

اچھا قرعِ عمیق میں ڈالکر تحلیل کرد۔ وہ نہ رہیگا۔ اَور صورۃ میں ظاہر ہوگا۔ معدوم نہوگا

دُھواں ہوجائیگا۔ ہوا ہوگا نظر نہ آئیگا۔ پر ہوگا! ہیولے میں مل جائیگا تب نظر نہ آئیگا

۲ کیپوا۔ یہ ایک قوۃِ مُصَوِرَہ ہے۔ اسے عشق ہے کہ ہیولے سے مل کر کسی صُورۃ

میں ظاہر ہو۔ ہم نے عرب کو یہ لفظ دیا۔ اُنہوں نے نہ لیا۔ اور اسے صورۃ کہا۔

صورۃ اَور شے ہے۔ یہ ایک کُرہ ہو کر فلک الافلاک سے نیچے ہے۔ اور ہر جگہ

پر جو صورۃ مناسب ہے اُسے ظہور دیتی ہے۔ ہم اسے صورۃ کہتے ہیں۔ یہ کیپوا

[illegible]

سے اِدھر آتی ہے۔ اور ہیولے میں ہو کر ہمیں نظر آتی ہے۔ اگر اُدھر سے نہ آئے
تو یہاں ہیولے ہی ہیولے رہے اور وہ نظر نہ آئے۔ صورۃ جب ہیولے سے جدا
ہوتی ہے تو جوہر ہوتی ہے جب ہیولے سے ملتی ہے تو عرض ہو جاتی ہے۔

۱ الشکل — تاوقتیکہ ہیولے میں نہیں آئی اسے شکل کہتے ہیں۔ شکل صورۃ ہے بن مادہ کے
مادہ اُسے قائم رکھتا ہے۔ مادہ کو اُس سے تعلق ہے جو جوہر کو ہے عرض سے
المادہ — مادہ بھی بے شکل کے۔ ہیولے اور مادہ ایک نہیں۔ مادہ ظہورِ صورۃ سے پہلے ہے۔
جیسے شکل ظہورِ صورۃ سے۔ یہ باتیں یاد رکھنی مشکل ہیں۔ اور سمجھنی اُس سے زیادہ مشکل
یہی فلسفۂ آلٰہی کی ابتدا ہے۔

۳ سنواکا — ۳ سنواکا۔ عرب نے اسے صُورۃ جسمیہ کہا۔ یہ نہیں۔ صورۃ کو تم نے جانا شکل
کو جانا۔ سنواکا جب جسم میں ہے تو صورۃ ہے۔ تم دیکھ رہے ہو۔ جب اُدھر
سے پھر کر اُور طرف ہوا اور پھر صورۃ اس کی خیال میں رہے وہ سنواکا ہے نہ وہ ہے
کہ جیسے عرب نے صورت جسمیہ کہا۔

ستنوا کا حدود محدود ہوتے ہیں۔ نا محدود ہوں۔ یہ ممکن نہیں۔ ممکن وہی کہ کہیں ہو تو سہی۔ پھر وہ ہو تو رہے کہاں؟۔ اچھا رہا۔ پھر وہ وقت کہاں جو اُس کی مسافۃ طے ہو۔ البتہ طفرہ۔ پھر وہ ہوا تو معلوم کیا ہوا؟ وہاں وقت نہیں ہے۔ طفرہ یہاں ہے وہاں نہیں ہے۔

کیاپا۔ اسے عرب نے صورۃ نوعیۃ کہا، مگر نہ ہوا۔ صورۃ نوعیۃ وہ ہے جو ایک نوع کے لئے ہو۔ کیاپا وہ ہے کہ جب ایک نوع میں ہو تو یہ ہو۔ اور جب جدائی میں آئیں تو وہ نہ ہو۔ فصیل باوجودیکہ امتیاز دیتی ہے۔ خود دیکھو تو نہیں ہے۔ بس یہ ہے۔ صورۃ نوعیہ صرف تمثّے ہے۔ ہم نے اسے عرب میں کوئی لفظ نہیں دیا۔ وہ بھولے تھا کچھ۔ سمجھے گئے کچھ۔

ہیاوِ تا۔ عرب میں ہم نے اسے زمان کہوایا۔ اسے سب جانتے ہیں۔ ارسطو کو ہم نے کہا اس کی تعریف کہہ۔ اُس نے ہم سے نہ لی۔ آپ ہی کہی۔ وہ ہوئی مگر مشکل تھی سمجھ میں نہ آئی ہم نے کہا یوں کہہ۔ اِتنے اُس شے کا اندازہ کرتے ہیں

جواندازہ کے قابل ہو۔ یہی تعریف ہوئی۔ سب نے اسے منظور کیا۔ وہ کہتا تھا۔
مَایَکُونُ فِیہِ کَائِنٌ۔ اَوکَونٌ یَکُونُ فِیہِ وُجُودٌ۔ یہ اندازہ ہے وہاں ہے جہاں شمس
وقمر کو حساب میں لیتے ہیں۔ جب ان سے اوپر ہوں تو اسی کو دَھر کہتے ہیں۔ ذات — دَھر
بحث میں ہوں تو پھر یہ نہیں۔ وہاں ابتدا انتہا کچھ نہیں۔ ہر وقت ہر شے جب
السرمد — دیکھو حاضر۔ یہ ہے سرمد۔ یہی سرمد ہے جبکہ ہووے وجود۔ اور جب وجود سے
بالاتر ہوں تو عالم اَور ہے۔ وہاں ہونا کچھ اَور ہے۔ تم بہت ہوگا تو ماہیات کہو گے
سرمد — وَیسے وَیسے عالم کیا جانے کتنے ہوں۔ اور وہ قدیم ہیں۔ جب دیکھو حاضر۔ یہ
ہے زمانہ یہ ہے اُس کا بیان۔ دہر کو تم کیا جانو ہے! اور یہاں سب کچھ ہے
ہم اس وقت ایک عالم دھر میں ہیں۔ ہم ہیں نطیقا جسے کہتے ہیں نفس ناطقہ
معقول ثانی۔ معقول اوّل ہے پروفسر آزاد۔ کہ جسم محسوس سے بیٹھا لکھ رہا ہے
وُہ ہے زمانہ میں۔

المکان ٦ دیاوتا۔ ہم نے اسے عرب میں مکان کہا۔ یہ ہے ایک اور بات۔ ہم نے ارسطو ٦

سے کہا جو عقل ہم نے تجھے دی ہے اُس سے لے۔ اُس نے ہم سے نہ لیا۔ سوچکر
کہا۔ عرب نے اُس سے لیا۔ ہُوَ السَّطحُ الْبَاطِنُ مِنَ الجِسمِ مُمَاسٌّ لِظَاہِرِ الجِسمِ الَّذِی
فِیہِ۔ ہم نے اسے افلاطون سے پوچھا۔ اُس نے ہم سے لیا۔ عرب میں جس نے
اُس سے لیا کہا۔ ہُوَ البُعدُ المُجَرَّدُ عَنِ المَادَّۃِ۔ ہم نے کہا۔ یہی ہوگا اور اسی کو سب
مانیں گے!۔ وہ خوش ہوا۔ اور کہا آہی میں تجھ سے لوں۔ ہم نے کہا ہم دیں گے

اَلبُعدُ المَفطُور

یہی بُعدُ المفطور۔ عرب نے فِطرَۃِ الٰہی سے لیا۔ فِطرَۃ وہی ہے جسے تو پروفسر
آزاد ہوکر سرشت اور آفرینش الٰہی کہیگا۔ اے سری مہاراجہ جے چند تو پروفسر
آزاد ہوکر ہوکر ہم سے لیگا۔ وہی ہوگا۔

۷ جیاوا عرب میں ہم نے اسے حیز کہا۔ سب نے کہا یہی ہے۔ اُنہوں نے
اسے اس طرح بیان کیا کہ مکان میں اور اِس میں خلط ملط ہوگیا۔ ہم نے ہند کو دیا
دیا تھا۔ ایران کو بھی دیا تھا۔ اِن سے یونان نے پایا۔ اور ہم سے بھی لیا۔ ہند میں
کتابیں رہیں علم نہ رہا۔ ہمیں ملال ہوا۔ ہو کیا سکتا تھا۔ برہمنوں کا کام تھا۔ وہ بید

ہوئے۔ اور بہت بد ہوئے۔ ہم نے کہا جاؤ نہ ہو گے۔ اُنہوں نے کہا ہم برہمن ہیں۔ ہمیں کیا پروا۔ ہم نے کہا کچھ نہ ہو۔ وہ کچھ نہ ہوئے۔ عمل نہ رہا علم ہم نے اُٹھا لیا۔ دھرم اور گیان اُٹھ گئے۔ ان سب کا خیر ہم میں ہے۔ سب اِدھر آ کر ٹھہر گئے۔ ہند کو ہم نے پہلا درجہ دیا تھا۔ وُہی نہ ہوا۔ کچھ عرصہ کے بعد یونان بھی ویسا ہی ہو گیا۔ ایران سب سے بد تر۔ اس نے عرب سے پایا۔ عرب نے بہت یونان سے اور کم ہند سے مگر بہت خلط ملط۔ یہ اس لئے ہوا کہ اُنہوں نے بے سمجھے دیا۔ اُنہوں نے بے سمجھے لیا۔ اور ایمان اور اعتقاد نہ تھا۔ الفاظ و عبارت آئے۔ علم نہ آیا۔ وہ اپنے خیز میں جا رہا۔ ہم نے بڑا املال کیا ہم عالم علم میں تھمے ہوئے۔ کہ الٰہی یہ کیا ہو رہا ہے۔ سب جگہ سے علم اُٹھتا چلا آتا ہے۔ اور فلسفہ تو فلسفہ۔ ہر علم کا یہی حال۔

ہم ہیں ضیما نیا لُسا۔ جو دیکھا تھا معلوم ہوا کہ یہی ہے۔ وہی لکھوا دیا۔ بس!

۸ تیاوا۔ ہم نے عرب کو اس کے لئے کوئی لفظ نہیں دیا تیاوا وہ حالتہ شے کی

ہے کہ کسی جسم کو دیکھ رہے ہیں۔ اُدھر سے رُخ پھیرا۔ جو حالت اُس کی ذہن میں

رہی تییاوا ہے۔ عرب کے مصنّفوں نے اسے صورۃ جسمیہ لکھا۔ یہ اور بات ہے

تییاوا ہمیشہ اپنی اصل سے برابر ہوتا ہے۔ وہ محدود ہے اس لئے یہ بھی محدود

ہے۔ ہمیں اسّے بحث نہیں کہ کیونکر برابر ہے باوجودیکہ ہمارے تعقل کے ظرف

اُسّے چھوٹے ہیں تو بھی صورۃ جسمیّہ وہی ہم میں ہے جو برابر ہے اصل کے

تییاوا ہم کو ہر بات شئے کی ویسی ہی سمجھاتا ہے جیسی کہ اصل شئے سے اسے وجودِ ظلّی

یا صورۃِ ذہنیّہ کہتے ہیں۔ عرب اس کو نہیں سمجھے اور صورۃ جسمیّہ کہکر بات کو کچھ

سے کچھ کر دیا۔

۹ ویاکا جسم کو تم جانتے ہو۔ اگر تم اُسے خود کسی صورت پر نہ لاؤ تو وہ آپ بھی کچھ نہ

کچھ صورۃ دکھاتا ہے۔ اسے عرب نے کہا صُورَۃٌ طَبِیعِیَّۃٌ۔ یہ بڑی بات ہے کہ

ہم اسے دیکھ رہے ہیں۔ تم یہ جانتے ہو کہ آنکھیں تو یہ کیا دیکھتے ہونگے۔ اور پہچانکر

کیا امتیاز کرتے ہونگے۔ ہم اس وقت عالم دہر میں ہیں۔ ہمیں سب کچھ معلوم ہے

جو تم کر رہے ہو اور سوچ رہے ہو۔ فرق اتنا ہے کہ تم اور تمہارے اشیا حادث
ہیں۔ یہاں کے اشیا کو حدوث عارض نہیں ہوتا۔ تمہارے ہاں بچہ جوان
ہوتا ہے۔ بڈھا ہوتا ہے۔ مر جاتا ہے۔ یہاں یہ بات نہیں۔ ہر شئے وقت
پر وہی صورۃ دکھاتی ہے جو ہمیں مدِ نظر ہو۔ وہ دکھاتا کون ہے؟ قدرۃ۔ یہاں
کی کل صورتیں گویا صورۃ طبیعی میں ہیں۔ ان کا کوئی بنانے والا نہیں معلوم ہوتا۔ یہہ
لکھا ہوا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں۔ تم سُن رہے ہو۔ ہم سُن رہے ہیں۔ جو تم اسے
سمجھ رہے ہو ہم سمجھ رہے ہیں۔ یہ باتیں سمجھ میں یہاں آئیں جب آؤ تم۔ اتنا تو تمہیں
اب بھی معلوم ہو گیا کہ یہاں پتا کا ہے جو ہم اس طرح لکھوا رہے ہیں۔ یہاں صورۃ
جسمیۃ اور نوعیۃ دونوں ہیں جوں کی توں۔ ایک نقطہ کا فرق نہیں۔ بس۔ اب ہم اسے
یہیں ختم کر دیتے ہیں اور ایک اَور بات بتاتے ہیں۔ وہ بڑی طول ہو جائے مگر
اُسے بھی مختصر بیان کرتے ہیں۔ وہ ہے بڑی بات اگر تم غور کرو۔

۱۰ **جیساوا** عرب کو ہم نے اس کے لئے کوئی لفظ نہیں دیا۔ وہ اسے حرکۃ اور سکون حرکۃٌ و سکونٌ

میں ادا کرتے ہیں۔ حرکۃ بڑی بات ہے۔ حرکۃ اسے نہیں کہتے کہ ہم ایک جگہ سے
دوسری جگہ چلے مسافت طے ہوئی۔ یا پرندہ اُڑا اور بلند ہوا۔ یا درخت اُگا اور بڑھتا
چلا گیا اور اسی طرح برعکس حرکۃ ایک امر ہے معنوی کہ اندر ہے۔ وہ ظہور میں آتا ہو
تب حرکۃ اُس کی معلوم ہوتی ہے۔ ارسطو نے اسے اَور طرح بیان کیا ہے
اور عرب نے لیا ہے اور کہا ہے۔ ہُوَ الخُرُوجُ مِنَ القُوَّۃِ اِلیٰ الفِعلِ۔ یہ ہے حرکۃ
حرکۃ کو جب ہم سوچتے ہیں تو وہ ایک محرک کی محتاج ہے ہر وقت۔ اسی واسطے
ہم اپنے میں حرکۃ کے لئے ارادہ کو ضروری جانتے ہیں۔ اور یہ اُن باتوں میں ہے جو
اپنے اختیار میں ہیں۔ جو اپنے اختیار میں نہیں اور اپنے میں نہیں اُن میں جو حرکۃ
ہو حرکۃ بالغیر کہیں گے۔ محرک جب غیر ہو اور محسوس ہو تو قاسر ہے۔ اور نہیں تو
قدرۃ الٰہی ہے۔ وہ اگر عادۃ میں نہیں ہے تو بھی الٰہی ہے۔ اور نہیں تو طبیعی
ہے۔ ہم طبیعی کو نہیں لیتے۔ اور قسری کو بھی نہیں لیتے۔ ارادی کو لیتے ہیں۔
ارادی حرکۃ ہماری دنیا کے کاموں میں ہمیشہ غیروں کی معاونۃ کو دیکھتی ہے کچھ

ہماری ارادی حرکۃ

بھی نہیں تو روپیہ۔ اور پانی۔ ہَوا۔ سردی میں گرمی۔ گرمی میں سردی۔ یہ ضروریات تو بہت محتاج الیہ ہیں کہ بے ان کے گزارہ نہیں۔ ہم اپنی ارادی حرکت میں ایسے ایسے غیروں کے محتاج ہیں۔ اگر ہم ایشور کی طرف متوجہ ہوں تو بھی ہم دنیا میں تو ہیں۔ ہمارے کام اِدھر ہیں۔ ہمارے کام ہمارے اختیار میں ہوں اور پھر جب ہم ایک طرف ہوں تو ایشور کی طرف ہوں اُس وقت جانو کہ ہماری ارادی حرکت کدھر کو ہونی چاہیئے۔ بس وہ ارادہ ایشور کی طرف ہو۔ اُس وقت ہم کو اپنی طرف دیکھنا نہ چاہیئے۔ ہم ہوں اُدھر اور اُدھر۔ اور اُدھر۔ وہ مقام نہیں معلوم ہوتا کہ ایشور کس درجہ سے دَیا فرماتے ہیں۔ ہم کو اُدھر کا دھیان اور اُنکا دھیان اُدھر کا دھیان اور اُن کا دھیان۔ اُدھر کا دھیان اور اُن کا دھیان باندھنا چاہیئے۔ یہ حرکت صعودی ہوگی۔ اور ہوگی۔ اور کچھ شبہ نہیں کہ ہوگی۔ اور ہمارے ارادہ سے ہوگی۔ یہ کوئی نہیں جان سکتا کہ کس مقام پر وہ نقطہ بولتا ہے جہاں سے ہم پر ایشور کی دَیا ہوتی ہے۔ ہم کو وہاں سکون چاہیئے۔ یہاں ایک جیسا وا

پورا ہوتا ہے۔ (۱)

دوسرا جیاوا اُور ہے۔ حکم ہوتا ہے کہ ہو جاؤ سری نارائن کی طرف۔ پھر ہمارا ارادہ اُدھر ہونا چاہئے۔ اُدھر۔ اور اُدھر۔ اور اُدھر۔ وہ مقام پھر معلوم نہیں کہ کس نقطے سے سری نارائن کی دَیا شروع ہوتی ہے۔ مگر ہوتی ہے۔ اور اعتقاد رکھنا چاہئے کہ ہوتی ہے۔ وہ ہو گا تو ہو گی۔ اور ہو گی۔ اور ہو گی۔ یہ دوسرا نقطہ جیاوا کا ہے۔ اگر دَیا ہوئی تو پھر ارادہ ہوتا ہے۔ (۲)

اب یہ تیسرا جیاوا ہے۔ وہی اُوپر۔ اور اُوپر۔ اور اُوپر۔ وہ نراولا نراکار کی طرف ہو گی۔ عرب کو ہم نے اسے ذات بحت بتایا۔ اُن کی سمجھ میں نہ آیا۔ وہ ہم کو سمجھے کہ اوپر ہیں۔ نہ سمجھے کہ ہم سب جگہ ہیں۔ ہم ہیں نراکار۔ ہم ہیں سب جگہ۔ ہم ہیں سری نارائن۔ ہم ہیں ایشور۔ اس طرف سب حرکتیں صعودی ہیں ہمیں انہی سے بڑا مطلب ہے۔ جو اَور حرکتیں ہیں اس کی خدمت ہونی چاہئیں۔ یہ دنیا دین کی خدمت کے لئے ہے۔ ہم دین سے مانگتے ہیں کہ دنیا ہو۔ یہ بھلا کیا ہو؟

ہم سے ہم کو مانگو۔ نہ کہ غیر کو۔ اور وہ بھی کہاں؟ دنیا میں۔ رہے وہیں؟۔ نہ کچھ

دعائیہ پروردگار! ہم ہوں تیری طرف۔ او تیری طرف۔ اور تیری طرف۔ یہاں تک کہ

ادہر سے اُدہر ہی ہوجائیں۔ یہی ہو آرزو۔ یہی ہو دعا۔

۱۱ **دیاما**۔ عرب کو ہم نے لفظ نہ دیا۔ اُنھوں نے دو ملا کر اِک معنے پیدا کئے۔ وہ نہ ہوئے ۱۱

اُنھوں نے کہا۔ ہم جس بات کو حکایۃً بیان کریں وہ محکی عنہ ہوا۔ عالم علوی کی جو

الاشراق شئے ہے محکی عنہ ہے۔ وہ حکایۃً نہ ہوا اشراقاً ہو جب درست ہو وُہی دِیَا مَا ہو

اشراق سے جو شئے معلوم ہو دِیَا مَا اُس کو سمجھو۔ اشراق وہ ہے جو الشور سے

سنکتامن تم پر منکشف ہو۔ ہم جو ایک دوسرے پر اشراق کو بن اسے کِتامَن کہا ہے۔

مَن سے مَن پر۔ یہ بھی کبھی ہوتا ہے سو یہ بھی کسی سے کسی پر۔ یہ طاقت بندہ میں

نہیں۔ اُدہر ہی سے جب منظور ہوتا ہے تو ایک سے دوسرے پر اثر ہوتا ہے

اس کا مطلب اُس پر منکشف ہوجاتا ہے۔ بس یہی کِتامَن ہے۔ اگر یہ

اپنے ارادہ سے دوسرے کو بتاسکے تو وہ جانتا مَن ہے (ایک ذات سے

دوسرے مَنِ پر) ہم اس کو اشراق سمجھتے ہیں۔ یہ نہیں ہے۔ اشراق ایشور سے ہے۔ نہ بندہ سے۔ اسے یادرکھنا چاہئے۔ ہم میں روشنی کہاں جو اشراق کر سکیں۔ اُدھر ہی ہے۔ اُدھر ہی ہے۔ اُدھر ہی ہے۔ اُدھر ہو جاؤ۔ اُدھر سے ہو۔ اِدھر ہو تو اُدھر کی نہ ہوگی۔ اِدھر کا کیا اعتبار ہے۔

(اُلم تَرَ اِلَیٰ ربّکم۔ مراد اس سے رفتہ مدارج ہے کہ اُدھر ہی ہے اور اور اُدھر ہی ہے اور اُدھر ہی جا کر اسے بالانہایۃ لیا)

۱۲ ہمن یایا

ہمنّ یایا۔ عرب کو ہم نے یہ لفظ نہیں دیا۔ اس کے معنے وہ کچھ اور سمجھے۔ ہیں کچھ اَور۔ ہم جب کچھ بات سوچتے ہیں اور ہماری قوتیں خود عقلِ اوّل کی طرف ہو جاتی ہیں تو انہیں اتفاقاً کچھ ایسا ڈھب ہو جاتا ہے کہ اُدھر ہی کو رُخ ہو جاتا ہے۔ جب اِدھر سے روئے التجا اُدھر ہوتا ہے تو اُدھر سے ان پر فیضان ہوتا ہے۔ یہ ہماری عقلیں ہیں ہم سمجھتے ہیں اُس مطلب کو۔ یہ قوۃ جو ہم میں ہے اِسے ہمنّ یایا کہتے ہیں۔ یہ بھی اُدھر ہی سے ہے۔ عقلوں کو بھلا ایسی توفیق کہاں۔ کہ ہوں اِدھر۔ اور خود بخود ایشور کی طرف روئے التجا ہو جائے۔ ہم سوچیں اِدھر۔ وہ اُدھر سے لیں اور ہمیں اور اَک دیں۔ اے ایشور تو ہمارا رُخ اُدھر کر۔ یہی ہے۔

(مراد فضلِ رحمت۔ بالتجا، دعا، دعا، ۱۱)

۱۳ سَتّ یا۔ یہی لفظ ہے جو عرب کو ہم نے دیا اور اُس نے حلول کہا۔ حلول یہی ہے کہ ہم ایک شے کو دیکھیں دوسری شے کے اندر۔ اس طرح کہ دونو ایک ہو جائیں۔ جب ایک کی طرف ہو اُنگلی کہ وہ ہے تو دوسری اُس میں ہو۔ یہ ہے حلول۔ اور جب اتحاد ہو جاتا ہے دونوں میں تو اس میں نام کی دوئی بھی اُٹھ جاتی ہے۔ یہ ہے فرق اتحاد اور حلول میں۔ بس یہی ہے! ۱۳ ۔

۱۴ گپیا۔ ہم نے عرب کو دیا اُنھوں نے اسے جمال کہا۔ ہم نے کہا جمال ہم سے ہو تو ہو۔ تم سے ہو تو بناؤ ہے۔ جمال ہم ہیں۔ اسے زوال نہیں۔ جسے زوال ہو جمال نہ کہو۔ عَرَض ہے۔ عَرَض کو ہم بنائیں۔ بنے۔ چھوڑ دیں۔ کھنڈر پڑے۔ تم بھی عَرَض ہو دنیا میں۔ بڑ ہو۔ بڑھ سکتے ہو۔ اُوپر کو۔ اُوپر کو۔ اُور اوپر کو۔ عَرَض کچھ بھی نہیں۔ تم کیوں عَرَض ہو۔ یہی ہے وہاں۔ اور وہ قدیم ہے! تم قدیم ہو! ۱۴ جمال

۱۵ وِہا۔ عرب میں ہم نے اس کو اِرادہ کہا۔ ارادہ ہم میں قوّۃ ہے کام کرنے کی یا کرنے کو نہ کرنے کی۔ ہمیں دُنیا کے کام تو بہت ہیں پر جو اصل کام ہے اُس میں

ہمیں ارادہ ہونا چاہئے جو آپ کی طرف ہو۔ اے ایشور مہاراج دنیا کے ارادے
ہم کو بہت ادہر لگاتے ہیں پر وہ ارادہ ہم سے جدا بھی نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہ ہے
کہ ادہر بہت اُدہر کم۔ ہم سارے کے سارے اُدہر نہیں آسکتے۔ اُدہر لطیفا
ہمارا ہے۔ وہ بسیط ہے وہ اُدہر ہو جاتا ہے ہم اِدہر رہ جاتے ہیں۔ اِدہر ہیں تو
اُدہر سے محروم۔ بس یہی ہے۔

١٦ سہما۔ دل کو ہم نے یہی کہا کہ سینہ کے اندر ہے۔ یہ دل اَور ہے جو دل دل
ہم کو پسند ناپسند میں افتراق دیتا ہے ہمارے اوپر ہم سے بارہ گز اونچا ہے۔
ہم اس کی خبر لیں اور کیونکر جانیں؟۔ وہ چاہے تو بہت آسانی سے کام ہو جائے
۔ یہ دل ہم نے تجھے دیا ہے شاید کسی اور کو بھی دیتے۔ پر وہ جو بات ہے وہ
کسی میں نہیں۔ ہم اس دل کو کہتے ہیں یہ تجھ سے بولیگا۔

١٧ [illegible] وداہا۔ علم کو سب نے کہا جاننا۔ یہ نہیں۔ کچھ اَور بات ہے۔ ہمارے ہاں علم جاننا العلم
اور ماننا ہے۔ تصوّر نہیں۔ تصدیق سے مطلب ہے۔ عرب نے اسے اِذْعَانٌ

للنّبیّہ کہا جب ہماری طرف آؤ اِذعان کے ساتھ آؤ اُس وقت ہم سے
پاؤ گے۔ بس یہی ہے۔

۱۸ **دِواہا**۔ جب ہم اپنے میں دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ہیں۔ کوئی نہیں کہہ سکتا (دال بخفیف الواو)
کہ ہم نہیں ہیں۔ جو کہتا ہے کہ ہم ہیں وہ اندر ہے۔ وہ ہے مَن اس قوّۃ کو مَن
دِواہا کہتے ہیں۔ یہ ہم میں ہے اور ہم اس میں ہیں۔ یہ اور ہم ایک ہیں۔ یہ کونسی
بات ہے کہ ہم کہیں ہم نہیں ہیں۔ یہ اُس وقت ہوتا ہے کہ ہم کہیں ہم ایشور
ہیں۔ ایشور! ایشور! ایشور! کوئی سو دفعہ کہو۔ اُس وقت ایشور میں ہو گے۔ یہی
ہے مَن ہے اور یہ وہ ہے کہ وہاں ہو گا۔ اور اُسوقت تم وہاں ہو گے یہی ہے

۱۹ **سِنوا**۔ جو ہم میں ہے وہی ہے اور میں۔ جو اور میں ہے وہی اور میں۔ جو
اُس میں ہے وہی ہے اور میں۔ یہ مشکل بات نہیں، سمجھ سکتے ہو۔ یہ کُلیہ ہے
یہ وہ ہے جو انسانیّۃ (ہم میں) سے تعبیر ہوتی ہے۔ ہم اسے کُلّی کہتے ہیں مگر وہ دو تین
طرح تعبیر ہوتی ہے۔ ہم اگر اس طرح کہیں تو کُلیّۃ نوعیّۃ ہوتی ہے۔ (۱)

اور جبکہ ہم عالم محسوسات سے جدا ہو کر عالم نفوس میں آجائیں تو اُدھر کے عوارض و لواحق اُدھر رہ جاتے ہیں۔ وہاں کلیّۃ لاحق ہوتی ہے۔ یہ لاحق ہوئی یہ کُلیّۃ نفسیّہ ہے۔ (۲)

اور عارض و معروض دونوں کو لیں تو کُلیّۃ جمیعیّہ ہے۔ (۳)

فقط معروض کو لیں تو کلیّۃ قطعیّۃ ہے۔ (۴)

یہ ہر طرح کُلیّۃ ہے مگر فرق ہے اور یہ فرق اگر ہم سوچیں تو سمجھ میں آتے ہیں۔ اُدھر کے لوگوں کو سمجھنے مشکل ہیں۔ ہمیں دیکھتے ہی سمجھ میں آجاتے ہیں۔ اور بھی ہیں مگر اُدھر کی عقلوں میں نہیں آئیں گے۔ یہی ہے

۲۰ دناوا۔ یہ قوّۃ ہم کو بڑی مشکل سے مفہوم ہوتی ہے۔ ہم میں ہے مگر نہیں معلوم کہ کہاں ہے۔ جو کچھ کرتے ہیں اُسی کی قوۃ سے کرتے ہیں۔ یہ عقل ہے۔ مگر ہم کو اس سے بڑا تعلق نہیں۔ تعلق ہمارا ایشور سے ہونا چاہیئے۔ وہ اسے راہ بتائیں تو یہ چلتی ہے نہیں تو بند! بس یہی

تعقل

٢١ وِپا۔ ہم نے ایک شخص کو کہا کہ کر۔ اُس نے نہ کیا۔ ہم نے اُسے کہا نہ کر۔ اُس نے ٢١
کیا۔ یہ کیا بات ہے؟۔ اسے **اختیار** کہنا چاہیئے۔ جب ہو ہم سے ہو۔ جو ہم سے
لیکر کرتا ہے خوبی ہوتی ہے۔ آپ ہی کرتا ہے تو خرابی۔ **اختیار** ہمارا ہے اور
جو اُس سے ہے خوبی ہے۔ بس یہی۔

الاختیار

٢٢ **ہپاوا**۔ ہر شے کو خوبی سے خرابی کرنا بُرا معلوم ہوتا ہے۔ ہم جو کرتے ہیں وہ ٢٢
بُرا نہیں۔ اور اِسے **خیرُ** کہتے ہیں۔ ہم خیر ہیں اور جو بات ہماری ہے خیر ہے۔
اس کی مثال یہ ہے کہ کسی کو دکھ دینا **شر** ہے مگر مجرموں کو جو دُکھ دیں وہ
تو خیر ہے۔ بس تمہاری طرف سے جب کسی کو دُکھ پہنچتا ہو سمجھنا کہ یہی **شر** تھی۔ (جو اسیں تھی ١٢)
جتنا اُسے دُکھ ہم نے دیا ہے یہ خیر۔ بس۔ یہی۔

الخیر · الشر

٢٣ **جِنوا**۔ ہم نے نہیں دیا تھا تو نے کیونکر کیا اے بندہ!۔ اے میرے ایشور
تو نے ہی کیا۔ تو نے کیا تو مجھ سے ہوا۔ اے بندہ اس طرح کہیگا اور ہم سے (لیکر) کریگا
تو تیرا کیا میرا ہوگا۔ نیکی بدی کو خوب جانتا ہے۔ نیکی میری ہے۔ تو نیکی میں ہو

الجبر — ٢٣ مطلب ہے یہاں ایشور نے [illegible] تشریح [illegible] نہیں [illegible] وہ مثال [illegible] بندہ [illegible] کیا کیا؟ [illegible] اے ایشور [illegible] اور دیا میں [illegible]

کہ فروتنی اور عجز میں ہے

اور پھر جو چاہے کر۔ یہی ہے عیب سے بے عِلّتی۔ ہم نے زِنا کو عیب کہا۔
عیب ہے۔ ہم ہیں ہو کر جو کرے عیب نہیں نکاح ہے۔

دوسرا ملاپ

یہ باتیں ہیں جن کو ہم نے کہا۔ ہم ہیں تو ہیں۔ ہم نہ ہوتے تو ہوتیں
کیونکر؟ ہم ہیں عِلّتہ تامّہ اور یہ ہیں معلول۔ اے بندہ!
ہم ہیں تیری عِلّتہ تامّہ تُو ہے ہمارا معلول! تو کہتا ہے میں
کرتا ہوں تو ہوتا ہے۔ آپ ہی آپ ہوتا کیونکر؟ اچھا۔ بھلا تُو
آپ ہو تو جا۔ اور اسی طرح تجھ سے اوپر اور اوپر اور اوپر لکھ
پروفسر آزاد دیکھ فہرست میں کیا لکھا ہے۔ فرنگ کہے گا
- اِنہی سے پوچھو آگے کیا لفظ لکھوں؟ بھلا تو تو دیکھ! فہرست تو نے
لکھی؟ ہم نہ دیتے تو کیونکر ہوتی؟۔ ہم اپنے اختیار میں ہیں جسطرح

چاہیں دیں۔

۱ **وِکا** - جو ہم نے جانا وہ ہم ہی جانتے ہیں۔ بندہ نہیں جان سکتا۔ ہاں ہم میں علّتِ تامّہ
ہو۔ پھر جتنا ہم کہیں اُتنا جانے گا۔ ہم اُسے دیتے ہیں جسے جاننے کی آرزو
ہو۔ اور اتنی ہی جتنی ہماری مرضی ہو۔ اُتنے حرف زیادہ نہ ہو۔ ہمارا علم ہم
ہیں۔ اور ہم ہی جانتے ہیں۔ ہم ہی معلوم ہوئے۔ ہم ہی ہیں ایسے۔ کون ہو
جو ایسا ہو؟ ہاں ہم نے سب کو مِلا جُلا کر ششتہ کیا۔ اور فرد فرد جُدا۔ اور پھر جُدا
اور اَور جُدا۔ یہ ہم نے بنایا کون ایسا ہوسکتا ہے؟ ہم بنایا! اس لئے ہم کو
ہر ایک کا حال معلوم ہے۔ ایسے ہوں تو کہیں گے کہ ہم ہیں عِلّتِ تامّہ
ان کی۔ عرب سے جنہوں نے **فلسفہ** لیا وہ جانتے ہیں کہ عِلّتِ تامّہ ایک
ہے۔ مگر وہ بارہ ہیں۔ اُن کے بارہ نام ہیں۔ وہ بارہ ہم نہیں دیتے۔ تم اَور کتاب
سے لو۔ ہم اُن کتابوں میں لکھوا چکے ہیں جو تم نے دریا بُرد کر دیں۔ **فرنگ**
کہیگا تم اللہ سے لو۔ تو کہیگا مجھے جو حکم ہے وہ کرونگا۔ وہ کہیگا۔ ہماری خاطر سے

تو کہیگا۔ نہ!۔ اللہ کے ہاں خاطر نہیں۔ تب ہم اس پر بھی ایک عِلّۃ تامّہ بڑھا دیتے ہیں۔ فرنگ کی عِلّۃ تامّہ اور ہے۔ اسے عِلتا وِیا کہتے ہیں۔ اب تم بارہ نام لکھ دو۔

عِلّۃ تامّہ اسے سب نے ذات باری قرار دیا مگر وہ نہیں۔ ذات باری اِس سے بہت اوپر ہے۔ عِلّۃ تامّہ موجد اور مخترع اپنے معلول کی ہے۔ اِسے کچھ اور بات نہیں سمجھنی چاہیے۔

۱ عِلِ وانا۔ یہ علتہائے انسانی کا پہلا درجہ ہے۔ اس کی آفرینش کا پہلا درجہ ذات باری سے بہت قُرب۔

۲ عِلِ واہا۔ آفرینش کے بعد قوۃ روحانیۃ کو پیدا کرنا اور اُسے زور دینا۔ اور آکھیۃ کی طرف لانا۔ اور ہم تک پہنچانا اِس کا کام ہے۔

۳ عِلِ یاوا۔ یہ زور ہیں دونوں کو اُدھر لاتا ہے۔ روحانیۃ کو اور جسمانیۃ کو۔ ہم دونوں کو لیتے ہیں اور پا لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مل کر ہو۔ مل کر ہو

جب ہو۔ یہ کام نفس ناطقہ کا وہ ہم ہیں۔ مقام ہمارا عقول سے نیچے
اور عالم ارواح سے اوپر ہے۔ بس یہی ہے۔

۴ عِلِ ساہا۔ یہ جسمانیۃ کو زور دیتا ہے۔ اور کہتا ہے خوب موٹے ہو۔
یہاں ہو تو اُدھر نہ ہو گے۔ اُدھر ہو گے تو اِدھر نہ ہو گے۔ تم ابھی اِدھر
(عالم علوی کی طرف ۱۲)
رہو۔ ہم اِدھر کو زور دے رہے ہیں ہمارا کام اِدھر ہی ہے۔ تم اِدھر
ہی لئے جاؤ۔ اور اِدھر کی زندگی کو زور دو۔ بس یہی ہے۔

(اسرار فضل الوداد)
۵ عِلِ داوا۔ ہمارا کام ہے ہر ایک کام میں زور دینا اس کا کام ہے
ہر ایک کام میں زور کو آفرینش دینا اور بالیدہ کرنا۔ مگر یہ اور ہم ایک نہیں
ہو سکتے ہم روحانیۃ کی طرف ہیں۔ یہ جسمانیۃ کی طرف جسمانیۃ کو اسنے
زور دیا۔ ہم روحانیۃ کو لے کر اوپر گئے۔ پھر دیکھو یہ کیا کرتے ہیں؟۔
دُنیا میں دین یا دیں یہ تو نہیں ہو سکتا۔ (آخر کو) ہماری طرف آئیں گے۔ ہم
انہیں کیونکر سنبھالیں۔ بس نہ ہو سکے گا۔ وہ اُدھر رہے۔ ہم ادھر چلے

(دنیا کی طرف رہے ۱۲)

چلے آئے۔ نیچے کچھ ہی کچھ ہوا کرے (ہم کہینگے)۔۔ یہ کوتہ اندیش ہے۔ بس

یہی ہے

علِ ساما۔ یہ روحانیّۃ کو پیدا کرتا ہے ہم بڑہاتے ہیں۔ یہ اور ہم ۶

ایک ہو جاتے ہیں مگر اور علّتیں ہمارے کام کے لئے خوبی نہیں

دیتیں۔ ہمارا اثر اندر اندر ہوتا ہے۔ جسمانیّۃ ہمارے لئے خلاف

مصلحۃ ہے۔ اور اُس کی ضرورتیں اور زیادہ۔ اُنہیں ہم کچھ نہیں کر سکتے۔

ہم اپنے زور کو اُوپر لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اپنی جسمانیّۃ اور اس کے

لواحق میں خوش ہیں۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ ہو۔ اِدہر کے کام کے نہیں۔

آؤگے دیکھوگے۔ اِدہر کی تمہیں خبر نہیں۔ ہماری آوازیں بھی تمہیں نہیں

سنائی دیتیں۔ جسمانیۃ کا زور اِدہر کی سامعۃ کے لئے کانوں میں روئی

دیتا ہے۔ وہ بے پروا۔ جیسے کوئی پڑا سوتا ہے۔ علِ ساما ہمیں دیکھتا

ہے۔ ہم اُسے۔ وہ کہتا ہے۔ افسوس یہ کیا ہوگا؟۔ ہم کہتے ہیں کہ بول

[illegible]

بُوں۔ بُوں۔ یہ کچھ بھی؟ کچھ ہی نہیں۔ کچھ کا کچھ بھی نہیں۔ بس رہا؟
بس ہو رہا۔ بس کچھ بھی نہ رہا۔ جا کم بخت۔ جا منحوس۔ جا بداعمال۔ ہم
کون تو کون؟۔ یہی ہے

ہمیں کوئی بچانا نہیں
ہمیں کوئی بناتا ہی نہیں
ہمیں بچانے والے ہیں
مقول شعبدہ

۷ عِلِ ناہا۔ ہم سے کون پوچھتا ہے یہ کیا؟ ہم کیا کہیں۔ یہ ہی عِلِ ناہا
یہ ہمیشہ ہمارے ساتھ ہے۔ اور ہم سے۔ ہم گزار اُچار رہتا ہے۔ یہ ہماری
جسمیّہ کا آفریدگار ہے۔ اور جو مُضرّۃ ہمیں پہنچتی ہے۔ اُسے بچاتا ہے۔

۸ عِلِ مایا۔ بہت باتیں ایشور کی ہیں کہ یہ اُن کی طرف لگاتا ہے۔
اور اُٹھاتا ہے۔ ہم اسے روکتے ہیں۔ یہ اگر تاثیر دیوے تو بہت لوگ
دنیا کو چھوڑ دیں۔ ہم ہیں دنیا کو بسانے سجانے والے۔ اس کا اثر پورا
نہیں ہوتا۔ تو دنیا کو ہیچ سمجھتا ہے اس لئے یہ نوبت ہوگئی ورنہ ہوتا کسی
عہدہ پر اور توڑتا باغیوں کی بد افکاری کو۔ ہم تجھے اپنی طرف لینے پر متوجہ
ہیں جب ہوا ہے تو ایسا۔ بس

۹ عِلِ تیا ہے انسان کو ایشور کی طرف لینے والا۔ ہمیشہ دل کو اُدھر لگاتا ہے جدھر سے ایشور کا دھیان آتا ہے۔ وہ دنیا کی باتوں کو بھی اُدھر ہی لے جاتا ہے کہ وُہی ہے۔ وُہی ہے۔ وُہی ہے۔ یہ ہے اُسکا وظیفہ۔ ہم نے یہ وظیفہ اُسے دیا ہے۔ ہم اُسے شرح دیتے ہیں جب وہ بات کو ہماری طرف لیتا ہے اور اُس بندہ کو دیتا ہے جو اُسکا معلول ہوتا ہے۔ بس یہ ہے۔

۱۰ عِلِ وِیا یہ ہمارے کام کو بندہ میں دیتا ہے۔ بندہ ہے ہمارا۔ تو کام کرتا ہے نہیں تو اَور کام میں ہوتا ہے۔ ہمارا کام ہم آپ کرتے ہیں۔ ہم کرتے ہیں تو اُس وقت کرتے ہیں کہ بندہ پشیمان ہوتا ہے کہ ہائے میں نے نہ کیا۔ ہم بُرائی میں نہیں ہوتے۔ وہ بُرائی میں ہوتا ہے، کہ نہ کر سکا اور اِدھر کے کاموں میں لگا رہا۔ اِدھر کے کام اُدھر کے کاموں سے بہت دور ہیں۔ ہم پاس دیکھتے ہیں۔ انہیں معلوم نہیں ہوتے۔ یہ عِلِ تیا کی

بَرَکتہ ہم لیتے ہیں۔ اور ہم دیتے ہیں علِ تیا ہم میں ہوکر پوچھتا ہے ہم
کہتے ہیں ہم کو بندہ سے کام لینا ہے۔ دُوا اِسے کہ کرے۔ وہ ہم میں ہوتا ہو
تو کرتا ہے۔ دنیا میں لگا ہوتا ہے تو ٹالتا ہے۔ ہم اپنا کام آپ کرتے
ہیں بس یہی ہے

۱۱ علِ واحا۔ ہم نے اسے زور دیا ہے۔ یہ دنیا کے کاموں کو زور دیتا
ہے۔ اور اپنے معلول کو اُن میں غور سے سوچ دیتا ہے۔ ہم اسے بہت
لگاتے ہیں یہ بہت ہوتا ہے۔ تھوڑا کہیں تو بھی کچھ نہ کچھ کئے جاتا ہے
یہ معلول کو ہمّت دیتا ہے کہ کئے جا۔ اور کئے جا۔ اور کئے جا۔ اب
ہوتا ہے۔ اور اب ہوتا ہے۔ اور اب ہوتا ہے۔ یہانتک کہ وہ ہو جاتا ہے
یا بگڑ جاتا ہے۔ تب یہ کہوا تا ہے۔ میں نے تو کیا۔ نہ ہو تو تقدیر۔ تدبیر
کی کوتاہی ہو تو ہم پر الزام ہم کہتے ہیں۔ اے بے عقل ہم سے کیوں
نہیں پوچھا۔ ہم وہ کہتے جو ہونا تھا۔ تدبیر ہم میں ہے۔ کہیں تو ہو۔ نہ کہیں

نہ ہو۔ کہہ دیں تو اُلٹ بھی جائے۔ دیکھ پروفسر آزاد یہ ہے ہمارا فلسفہ
١٢ عِلِ پا۔ جب ہمیں کوئی کام کرنا ہوتا ہے تو ہم آپ نہیں کرتے ہم نے
اوروں کو قدرۃ دی ہے۔ وہ کرتے ہیں۔ ان کو عِلّۃ تامّہ کہتے ہیں
وہ موجد و مخترع اپنے کاموں کے ہوتے ہیں۔ ان میں بارھواں عِلِ پا
ہے۔ یہ دین کے کاموں کو اس طرح قوۃ دیتا ہے جس طرح عِلِ وانا دنیا
کے کاموں کو۔ اب ہم ان بیانوں کو مختصر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں اے
ہماری عِلّتو! دیکھو! ہم نے کیسا بنایا ہے ان کو! ۔ اب یہ جاہل انسان
ہو سکیں۔ نہ ہو سکیں گے۔ ہم جانتے ہیں جو یہ ہونگے۔ یہ بھوت سے
بدتر ایک مخلوق ہے وہ ہوں گے۔ اور ہونگے۔ اور ہونگے۔ اور ہونگے۔
یہانتک کہ نہ ہونگے۔

٢٥ توا۔ ہم نے اسے نفس کہا اور عرب نے بھی وہی کہا۔ ہم نے نفس اُسے کہا
جسے ہم آپ جانتے ہیں کہ ہم ہیں ہم ہیں؟ ہم ہیں!۔ یہ جو کہتا ہے کہ ہم اور جانتا ہے

کہ ہیں یہی نفس ہے۔ یہی ہے کہ جو کرتا ہے جانتا ہے کہ میں کرتا ہوں
بس یہی ہے نفس۔ ہم نے اسے بارہ اجزا میں منحصر کیا ہے۔ وہ بارہ نام
ہم نے تمہیں پہلے لکھوائے ہوئے ہیں۔ (اب تفصیل پڑھو)

وَانِوَا پہلا اُن میں وانوا ہے اسے نفس ناطقہ کہنا چاہئے۔ یہ طفلی سے
انسان میں ہوتا ہے اور جوں جوں بڑھتا ہے وہ بڑھتا ہے۔ سب

۱ سے پہلے تجربہ اسے فہم دیتا ہے۔ ان دونوں سے ادراک پیدا
ہوتا ہے۔ اور وہ قوۃ ہو جاتی ہے جسے عقل ہیولانی کہتے ہیں۔

۲ اسی میں ماں باپ کی صحبتہ اور اُستادوں کی تعلیم۔ اور اپنے بیگانوں
کے معاملۃ سے جو قوۃ اور قدرتہ پیدا ہوتی ہے اسے عقل بالملکہ
کہتے ہیں۔ یہ دوسرا درجہ عقل انسانی کا ہے

۳ اسے جب اوّلیات اور فطریات اور استقرا عقل نظری دیتی ہے
تو اپنے کام کے لئے سبب اور دلیل نکالتا ہے۔ اور اسکے بموجب

کاروبار چلاتا ہے یہ ہے **عقل بالفعل** تیسرا درجہ عقل انسانی کا رجب انسان کا نفس

۴ ان کاروبار میں ہماری طرف ہو گیا۔ اور ہم سے لیا۔ اور ہمارے توکّل پر غور اور فکر ہونے لگا تو یہ **عقل مستفاد** ہو گی

یہ سب اسی **نفس** کی قوتیں ہیں۔ عقل میں ہم اسے اور طرح سے بیان کریں گے۔ یہی **عقل** ہو جاتا ہے۔ یہی سب کو جمع کر کے **نفس ناطقہ** ہو جاتا ہے اس کو یونان نے **نطیقا** کہا۔ عرب نے اسی کو **نفس ناطقہ** کہا مگر حقیقۃ میں نفس ناطقہ اوپر ہے۔ بندہ میں نفس ناطقہ نہیں۔ اوپر ہے۔ وہ اس میں آئے تو بات ہو۔ یہ بڑی بات ہے۔ ہم نے تجھکو دی[1] ہے اے پروفسر آزاد۔

نطیقا۔ نفس ناطقہ اوپر ہے۔ بندہ میں جو ہے وہ بھی نفس ناطقہ کہتے ہیں۔ یہ یونانی میں نطیقا ہے۔ ۱۲

[1] دی ہے یہ بات ۱۲

پانچواں[2] ایک ایسا جز اسی **نفس** کا ہے کہ ہم اسے کچھ نہیں جانتے۔ مگر وہ روحانیّہ اور تعقّل دونوں میں ہوتا ہے۔ اور اُدھر سے اِدھر اثر دیتا ہے۔ یہ بھی اوپر ہے۔ اور اپنے خط میں ہمیں نقطہ گردان کر وہ کام کرتا ہے جو الشعور

کا حکم ہے۔ ہم اگر ایشور میں ہو کر کام کریں۔ مگر یہاں تو باتیں کچھ اور
ہیں۔ وہ باتیں جو اُدھر ہیں اِدھر نہیں ہوتیں۔ وہ ہمیں چھوڑ کر الگ
ہو جاتا ہے۔ ہم جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔۔ وہ بے نیاز! آپ پروا نہیں
رہتی۔ روحانیّت ہماری الگ ہو کر ایشور کی طرف ہو جاتی ہے تعقّل
اسباب ظاہری میں ہو کر جو سمجھ میں آتا ہے کرتا ہے۔ صحیح کم غلط
بہت۔ یہیں نہیں۔ وہاں بھی غلطیاں کرتا ہے۔ یہ غلطیاں ہم سے
یہاں ہوتی ہیں۔ وہاں والے ہنستے ہیں اور کہتے ہیں ہم سے ہوتا عالم محسوسات
تو یہ نہ ہوتا۔ ہم اب بھی کہتے ہیں۔ ہم سے لیکر کیا کرے (جو کام کرے) یہ خبر سے بے خبر۔
عقل اس کی انسانی۔ یہ حیوانیّت میں کرتا ہے وہ جو حیوانیّت میں ہو انسانیّت
میں جو ہونا چاہیئے وہ نہیں ہوتا۔ یانوا کا زور کچھ نہیں چلتا۔ یہ ہی ہماری
بات۔ ہم ہیں۔ یانوا دیکھ پروفسر آزاد! ہم ہیں ابتدا۔ ہم ہیں انتہا۔
ویانوا۔ دیکھ پروفسر آزاد یہ تیرا ویانوا۔ یہ ہم میں ہے اور ہم سے لیکر تجھے بتاتا ہو

[illegible]

مجھے[۲] ایشور نے نفس کا ایک ایسا جُز بنایا ہے کہ جب میں ہوتا ہوں تو کرتا ہے درست ہوتا ہے۔ مَیں ہوں ایشور کی طرف۔ مَیں ہوں نارائن کی طرف۔ مَیں ہوں نراکار کی طرف۔ جو اِدھر ہوتا ہے وہ کرتا ہوں۔ وہ ضَنمو کرے تو درست۔ وہ نہیں کرتا۔ میں کہتا ہوں[۱] (دیکھ بیٹا) اے بے وقوف شکر نہیں کرتا کہ میں ہوں۔ میں ہوں تیرا۔ تو ہو میرا جب ہو۔ جب نہ ہو تو نہ ہو۔ مجھے ایشور نے ایسا بنایا ہے۔ تو ہے حیوان۔ ہم ہیں تو انسان ہے۔ تو ہم سے لیا کر۔ دیکھ تو ہم کیا کہتے ہیں بس ہم ہیں اپنی جگہ۔ تو ہو اپنی جگہ۔

ہیانوا[۴]۔ یہ ہے ایک جز ۱۲ جزوں میں سے مگر وہ ہے جس کو ہم سے زیادہ تعلق ہے۔ یہ نیکی پر ہوتا ہے۔ اور ضَنمو کو بدی سے روکتا ہے۔ ہم بھی اسے اپنی طرف لگائے رکھتے ہیں اور جو کچھ یہ مانگتا ہے دیتے ہیں۔

سیانوا[۵]۔ یہ جز ایک بڑی نعمت ہے بندہ کے لئے۔ ہم سے بڑا تعلق رکھتا ہے

۲ یہ دیانو فرماتے ہیں ۱۲

[illegible]

۱ یہ ناگہرا کہہ کر دیکھ میں کہتا ہوں ۱۲

اورصنیموؑ کو ہماری طرف لگاتا ہے۔ اِدھر ہونے میں جو فیضان ہیں وہ آتے ہیں۔ یہ بندہ کو دیتا ہے اور آپ اِدھر ہوتا ہے۔ یہ بڑی بات ہے کہ ہم کو اس وقت وہاں کی خبر پہنچ رہی ہے۔

دِیاما۔ ہم ہیں نفسِ ناطقہ ہمارے ۱۲ جزوں میں سے چھٹا جزیہ ہو۔ سری الیشورنے فرمایا تم لکھواؤ۔ ہم اُدھر سے لیتے ہیں اور تمہیں دیتے ہیں۔۔ یہ ہے اکثر ہماری علمی عطا کا راہ۔ ہم نے اسے غور سے تعلق دیا ہے۔ یہ دنیا کے کاموں میں جستجو کرکے ایسی بات پیدا کرتا ہے جو ہر طلبگار کو مطلب میں رسائی دیتی ہے۔ اسے ہماری طرف رجوع چاہئے۔ یہاں سے ہو تو ہو۔ یہ اکیلا ادھر نہیں آسکتا۔ عقل آئے تو یہ آئے۔ ہم اسے دیتے ہیں تب اِدھر آتا ہے۔ یہ بڑی بات نہیں ہم اِتنے زیادہ بھی دے سکتے ہیں۔ دیکھ پروفسر آزاد یہی تاریخ ہے جس میں ہر بات کا فیصلہ ہوگا۔

ویاہا۔ اس مقام پر سب نے ویاہا کو کہا اور آپس میں جھٹالتے رہے۔ اب
اب ہم کہتے ہیں اے پروفسر آزاد تو وہ اُوکے ساتھ لکھ اور کہہ کہ ہم ہزار
برس پہلے ہمیں خبر تھی کہ یہاں یہ گفتگوئیں ہونگی۔

ویاہا تمہارا ہنسی کا جز بھی ہنسے گا۔ یہ حیرۃ ہے کہ ایسے لوگ کیونکر ہوگئے
ان کا تدارک ہمارے سوا نہیں ہوسکیگا۔ یہ کیا بات ہے؟ حاکم بد کیوں
ہوگئے؟ ہم ہیں آپ حاکم ہیں اور بد ہیں۔ یہ کیوں؟۔ ہم اپنا **فلسفہ**
ان پر پورا کریں گے تو ہونگے بدتر از بدتر۔ ہم انہیں دکھائینگے۔ اور وہ
کرکے دکھائیں گے کہ یہ کہیں گے کچھ بن نہیں آتی۔ یہ کیا کیا ہم نے؟
دیکھ سُدِ داہا یہ ہے ہمارا فلسفہ ہماری بات کو نہ مانا۔ اب پوچھتا ہے
پروفسر آزاد سے۔ بھلا وہ کیا جانے۔ ہم سے پوچھ کر کرتا تو ایسا نہ ہوتا
اے سُدِ داہا تو لکھوا اپنا حال۔ دیکھ **پروفسر آزاد** یہ حال ہے میرا
میں ایک جُز ہوں ۱۲ میں سے۔ یہ ہے میری بات یہ ہے میری قُربۃ

ویاہا

"پیدا ہوتے ہی سیکھا"

ایشور کی حضوری ہیں جبکہ ہو تو اُن کی طرف۔ مَیں ہوں دنیا کے کاموں
کے لئے۔ اور ہو جاتا ہوں دین میں جبکہ ہوتا ہو تو دین میں۔ تو ہو دنیا میں
تو میں ہوتا ہوں دنیا۔ تو ہو دین میں تو مَیں ہوتا ہوں دین میں۔ تو کہتا ہو گا
کہ اتنا طول کیوں؟ میں ہوں اُدہر۔ جو اُدہر سے ملا کہدیا۔ یہی ہے۔

۹
ہدِواہا۔ یہ نواں جز ہے۔ اسے ہم نے دین کے لئے بنایا ہے مگر اسے کام کوئی
نہیں لیتا۔ یہ چُپ رہتا ہے کہ مجھ سے کام لے۔ پوچھتا نہیں کوئی۔
۔ تو نے بھی اسے نہ پوچھا۔ ہم نے اِسے پوچھا تھا کہ تجھے کچھ کام بھی
ہوتا ہے۔ اس نے کہا میرا کام تو یہی ہے کہ اسے دین کی طرف لگاتا
ہوں۔ وہ دنیا کے دھندوں ہیں ایسا مجبور ہے کہ میں خود شرمندہ ہوتا
ہوں۔ اس کے دنیا کے کام بھی دین ہو گئے ہیں۔ دشمن اس کے
دین کے دشمن ہیں۔ وہ اسے دم لینے نہیں دیتے۔ اسے شوق اُن
کتابوں کا ہے جو تیری طرف ہوں۔ لوگوں نے انہیں بند کر دیا ہے۔

میں کھولوں تو نہیں کُھل سکتیں۔ دیکھ سبد والا ہم کھولتے ہیں۔ دیکھ تو۔
یوں کھولتے ہیں۔ ہم اس شہر کو خالی کروائینگے اور بہت سے شہروں کو
اُجاڑیں گے۔ جہاں جہاں کتابیں ہم نے بتائی ہیں وہ گھر سُن سان
پڑے ہونگے۔ ہم بار بار کہہ رہے ہیں اور وہ نہیں مانتے۔ یہ قیمت
لے لیکر خود جاتا ہے۔ اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر گھر نکالتا ہے۔ لوگ نہیں بتاتے
گھر ملتا ہے تو وہ بولتے نہیں۔ بولیں کیونکر۔ حاکموں نے اُنہیں منع کیا
ہے۔ وہ تنخواہ پا رہے ہیں۔ ایک جگہ سے نہیں ۵ جگہ سے ۶ جگہ سے
دھرم کے لئے روپیہ کون چھوڑے۔ حاکم خود بھی تنخواہ پا رہے ہیں۔
۔ ۴ ہزار برس پہلے ہم نے یہ لفظ لکھے۔ اور حرف بحرف آج پورے
دکھا رہے ہیں۔ انہیں یقین نہیں آتا کہ جو ہم نے ان کے باب میں کہا
ہے وہ پورا کر دیں گے۔ ہم نے اُن کتابوں کو بھی حفاظت سے رکھا
آج کی زبان میں ترجمے کر دیئے۔ عرب میں عربی۔ ایران میں فارسی۔

ہند میں ہندی۔ وقت بوقت برابر یہی لکھواتے رہے۔ پھر بھی یہ
نہیں سنتے۔ اور ہنستے ہیں ہم پر۔ دیکھ ہم اپنا فلسفہ پورا تو کریں گے۔
اور یہ بلبلاتے پھرینگے تو رحم نہ کیجو۔

شدیاہا۔ آج ہم اُس بات کا ذکر کرتے ہیں جو اِس سے متعلق ہے۔ اس کا
کام علم ہے۔ اسے ہر علم سے خوبی ہے۔ مگر علم الٰہی سے بہت چپ
یہ علم الٰہی کی بات سنتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔ اُدھر سے لیتا ہے اور
ادھر دیتا ہے۔ بشرطیکہ ہم اُدھر ہوں۔ جب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں۔
۔ ہمارے علم میں لوگوں کے علم میں فرق ہے۔ وہ محسوس کو دیکھ کر
ادھر کا علم حاصل کرتے ہیں۔ ہم اُدھر تعقل سے۔ یہی ہے اصل اصول
ہر ایک بات کا۔ جن باتوں کا ذکر ابھی تک یہاں نہیں آیا اُن کا تعقل
کیونکر ہو؟ ۔ اُن کا تعقل یہی ہے کہ جن باتوں کو یہاں
دیکھتے ہیں وہاں ان کے صفات و لواحق کو سمجھا وہ سب گردیتہ میں ہیں

مگر یہ صفتیں سب موجود ہیں۔ اور وُہی کام کرتے ہیں جو یہاں کرتے تھے۔
۔اب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ صفتیں اُلٹ گئیں۔ یہاں وہ باتیں ہوتی ہیں
جو نیچے بھی نہ ہوتی تھیں۔ ہم حیران ہیں الٰہی یہ کیونکر؟ ۔حکم ہوتا ہے۔
یہ کیونکر۔ ہم حیران !۔ فرماتے ہیں۔ دیکھو تو نیچے کیا ہو رہا ہے۔ دیکھیں
تو غضب آرہا ہے۔ ۔ہیں؟

یہ اپنے اپنے عالم ہیں وہ باتیں نیچے والوں سے

ھِنِّیا۔ ہم نے اسے بہت کچھ نہیں دیا۔ اتنی بات دی ہے کہ دنیا کے کاموں
میں جو کچھ ہوتا ہے یہ تمہیں بتا سکتا ہے۔ اگر تم ہو ہماری طرف۔ یہہ
بڑی صفائی سے ہر شَے کو دیکھتا ہے اور غور کرتا ہے۔ اور ہم سے لیتا
ہے۔ اور تم پوچھو تو بتاتا ہے۔ تم نہ پوچھنا جانتے ہو۔ نہ وہ آپ کہے تو
سُن سکتے ہو۔ اس لئے ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ تُم ہم سے پوچھا کرو۔ ہم
اسے کہیں گے۔ یہ تمہیں بتائیگا۔ بس یہی ہے۔

وِہنِیا۔ یہ غلبہ ہو تو جھکاتا ہے شکریہ میں تمہیں۔ اور اس میں کامیابی پاتے

ہوتم۔ یہ غریبی میں خوش رہتا ہے۔ اور اسی میں تجویزیں پیدا کرتا ہے

بڑائی کو نمائش جانتا ہے اور اُس میں کامیابی مشکل سمجھتا ہے۔ ہم بڑائی

کی باتوں سے بہت دُور ہیں۔ تواضع اور فروتنی میں بے پروا ہو کر اپنا کام

کئے جاتے ہیں۔ اور وہ ہوتا ہے۔ ہم ہیں

نطیقا مہاراج ۱۲ اجزا ہمارے پورے ہوئے

۔بس یہی ہے   یہ فرمودہ ہے حنیما ئیا ئسا کا

نطیقا مہاراج ۱۲ اجزا ہمارے پورے ہوئے۔ بس یہی ہے۔

۲۶ [illegible] وہاتا۔ جس کو تم نے عربی میں کتاب کہا وہ وہاتا ہے۔ کتاب سے علم ہو جاتا   ۳ کتاب

ہے۔ ہماری طرف آنا۔ یہ اَور بات ہے۔ یہ تو اُستاد سے بھی نہیں ہوتا۔ اپنا

بھی جوہر۔ اپنا ہی شوق۔ اپنی ہی التجا ہو تو ہو۔ نہ ہو تو نہ ہو۔ پھر بھی کتاب سے

بہت کچھ ہوتا ہے۔ جس کو ہُوا اسی سے ہُوا۔ بس یہی ہے۔

۲۷ [illegible] وہاما۔ اسے ہم نے عرب میں دین کہا۔ دین ہم ہیں۔ ہم میں ہو۔ ہم سے پوچھ۔   ۴ دین

ہم سے لے۔عبودیۃ میں آ۔التجا سے آ۔دُنیا کی طرف ہو تو دیانۃ میں ہو۔یہ ہے۔۔

۵ چکاوا۔یہ ہماری قُدرۃ ہے۔ہم جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔اور جب چاہتے ہیں ۲۸
کرتے ہیں۔کرنے کو نہیں کرتے ہیں۔وجود کو عدم کرتے ہیں۔یہ ہے ہماری
شان۔یہ ہے ہمارا احسان۔بندہ کو چاہئے بندگی میں ہو بس یہی۔

۶ وِساہا۔عرب نے اسے لفؔ ہم نے لپیٹنا کہا ہند میں۔بندے سارے ۲۹
اجسامِ محسوسہ میں ملفوف ہیں۔تم ملفوف نہ ہو۔تم سیدھے ہو۔ہماری طرف۔جسم
چھلکا ہے تُم پر۔یہ اُترے تو تم صاف ہو جاؤ۔اور آؤ ہماری طرف یہی ہے۔

۷ تِساما۔یہ ۱۸۱۶ء عیسوی ہیں۔ہم نے خوب دیکھا۔جب معلوم ہوا تھا کہ تاریخوں کو ۳۰ جبر صبر
خلط ملط کریں گے۔عدالتوں میں جب چاہتے ہیں چھُٹّی کر دیتے۔جب چاہتے ہیں
آتے ہیں دفتر کھول دیتے ہیں۔کہتے ہیں اس میں آرام بڑا ہے۔ہم چُپ
سکوت کرتے ہیں۔وہ ہے جبر یہ صبر۔یہ ہم پر ہی نہیں لاکھوں پر ہے۔دیکھئے
کیا ہو بس یہی۔

یہ عیسیٰ بابا نے فرمائی ہیں

۸ ستاوِیا۔ یہ عرب میں حکمت ہے۔ ہم نے اسے فلسفہ نہیں کہا۔ حکمت وہ ہے ۳۱ حکمت
کہ جو ہم مصلحت سمجھیں اور وہی مطابق عقل ہو۔ بس یہی۔

۹ چنادن۔ اسے ہم نے یونان میں فلسفہ کہا اور عرب نے بھی فلسفہ کہا مگر ۳۲ فلسفہ
نہ سمجھے۔ فلسفہ وہ ہے کہ حکمت ہو اور ہم اُسے ظہور دیں۔ یہ ہے۔

۱۰ ہناوہ۔ اس کو عرب نے وجود کہا اور سمجھے۔ فارس میں اسے ہم نے ہستی ۳۳ وجود
کہا۔ وہ سمجھے۔ ارسطو نے کہا وجود کی تعریف یہی ہے کہ تُو کہے کہ ہوں۔
ایران کہے کہ ہستم۔ عرب کہے ہناؤہ۔ جو کہتا ہے کہ ہوں وہ وجود ہے ہناؤہ
افلاطون نے کہا۔ بدیہی ہے اس کی تعریف کیا؟ ہم نے کہا ہم ہیں وجود
ہم ہیں سب میں۔ ہم ہیں واجب ہو کر۔ یہی ہے بس۔

۱۱ بیاکھ۔ ہم نے اسے عرب میں واجب کہا وہی ہوا۔ یونان نے وجیبا کہا
فارس نے جیبیا کہا۔ ہند نے جیاپا کہا۔ سب نے مانا ہم نہ ہوں تو وجود کو قیام
نہ ہو۔ کتابوں میں واجب الوجود بھی ہمارا نام ہوا۔ یہ ہے۔ واجب الوجود

عدم ٣٥ سِیامہ۔ جس کو عرب نے وجود کے بعد عدم سمجھا وہ سِیامہ ہے۔ یہ ہماری ١٢
مٹھی میں ہے۔ جب چاہیں کر دیں۔ بس یہی ہے۔

٣٦ **دِیاوت**۔ جو عدم وجود اور سِیامہ کے دونو طرف حاوی ہے وہ دِیاوت ہے۔ ١٣
ہم ہیں کہ اُس سے بھی پہلے وجود ہیں۔ اور وہ وجود ہیں کہ پھر بھی واجب ہیں۔
یہ دیاوت ہم میں مُضمر ہے۔ اور ہم وجود اور سِیامہ دونو پر حاوی ہیں۔ ہم ہیں
اس کو بھی وجود کہکر واجب الوجود۔ یہ ہے بس۔

ملکہ و عدم ٣٧ مِیاہا۔ ہر وجود حادث ہے۔ اُس کے دونو طرف عدم ہے۔ ایسے وجود کہ جنکے ١٤
آغاز میں عدم نہیں۔ لیکن ہیں آفریدہ! ان کے وجود کو ملکا کہا ہم نے۔ عرب
نے ملکہ کہا اور نہ سمجھے۔ میاہا ملکہ اور عدم دونو کو لئے ہے۔ بس یہ ہے۔

الامانات ٣٨ سِیناہا۔ ہم نے عرب میں اِسے دیانۃ کہا۔ لوگوں نے اسے لین دین میں سمجھا۔
دیانۃ ادا کرنا ہے حق کا۔ وہ کسی طرح ہو۔ باپ بیٹے ہیں۔ میاں بی بی میں۔ آقا اور
نوکر ہیں۔ اپنا اپنا حق ایک کو دوسرے کا ادا کرنا دیانۃ ہے بس یہ ہے۔

تیسرا املاپ اُن چیزوں کے باب میں جو ہم میں ہیں

اور نہیں معلوم ہوتیں کہ کیونکر ہیں؟ ہم دیکھتے ہیں کہ ہیں تو سہی
مگر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ہم میں کہاں ہیں؟ عقل ہم میں ہے
وہم ہم میں ہے۔ دھیان ہم میں ہے۔ قوتِ حافظہ ہم میں ہے
مگر نہیں معلوم کہ کہاں ہے؟ کہیں گے کہ دماغ میں ہیں سب
مگر وہاں تو نہیں۔ یہ سارے ہیں ہیں۔ اچھا اب ہم ان کا
بیان کرتے ہیں۔ ان میں پہلے عقل ہے۔

۳۹ العقل دیا یا۔ ہم نے اسے عرب میں عقل کہا۔ اُنہوں نے مانا۔ اور کہا عقلیں کئی طرح کی ہوتی ہیں۔ اسی کو ہر جگہ بولیں؟ ہم نے کہا۔ یہ تو نہیں تم سوچ سمجھ کر ہر جگہ مناسب لفظ بولو۔ اُنہوں نے کہا لفظ ایک ہی ہے۔ ہمارے پاس اَور لفظ نہیں۔ ہم نے کہا غلطیاں پڑینگی۔ اُنہوں نے کہا بولنے میں سمجھا جائے گا۔

ہم نے کہا۔ نہ ہو سکے گا۔ ہم نے اور لفظ دیئے۔ اُنہوں نے مانا نہیں غلطیاں
پڑیں۔ اور ایسی پڑیں کہ سب کی عقلیں بگڑ گئیں۔ وہ پروا نہ کرتے تھے۔ ہم
نے کہا اب کیا ہو گا؟ اُنہوں نے کچھ نہ سمجھا۔ ہم نے کہا دیکھو تم علم کو خراب کرتی
ہو۔ مِن ما تمہارا خراب ہو جائیگا۔ وہ ہوش ہوش میں بہت دور ہو گئے تھے   مَن مَا
چاہیئے تھا کچھ۔ وہ سوچنے لگے کچھ اَور۔ فلسفہ ہمارا نہ رہا۔ جو کچھ رہا اُنہی کا
ہو گیا۔ ہم نے کہا اچھا سنسکرت میں دیا ہے۔ پرت کرتا میں دیا ہے تم اُسے
لو۔ وہ اُسے لیکر سوچے۔ مگر بہت کچھ لکھ چکے تھے۔ اُسے دھو نہ سکے۔ تم دیکھو گے
اکبر کے عہد میں اُنہیں تعلیق حرفوں میں لکھوایا۔ وہ بھی نہ ہوا۔ ہم نے کہا اچھا ہم
اَور کچھ کریں گے۔ وہ سلطنت سے دست بردار ہوا۔ جو کتابیں لکھوائی تھیں۔ جا بجا
دھری رہیں۔ تب ہم نے خفا ہو کر کہا۔ دیکھو ہم تمہارے حکموں کو ایسا توڑینگے
کہ تم ٹوٹ جاؤ گے۔ ہم پروفیسر آزاد سے اس کام کو پھر رواج دینگے۔ وہ ہو گا ہم
میں ا۔ ہم ہونگے اُس میں۔ وہ ہم سے ملتجی ہو گا۔ ہم اُسے دینگے۔

ذَعَامۃِ الٰہی۔ یہ تو بڑا رتبہ ہے۔ بھلا یہ کجا؟ ہم کجا؟ بس خیر۔ یہ تو ایک
بات ہے اب ہم عقلوں کا بیان کرتے ہیں:- ہم میں جو عقل
ہے اسے عقل انسانی کہتے ہیں۔ یہ مُدرِک ہے جزئیات کی۔ اس لئے
کہ جزئی ہے۔ اوراک اس کا حواسِ خمسہ اور حواسِ باطنہ میں ہوتا ہے۔
کُلیات اس میں نہیں آتے۔ کہ کام ان میں ہے۔ اُن میں نہیں۔ یہ سے ہے
عقل جو انسان کے کام میں آتی ہے۔ اسی کو عقل ہیولانی کہتے ہیں۔ اسی
میں عقل بالملکہ ہو جاتی ہے۔ اور بعض اشخاص میں یہ دوسرا درجہ عقل
انسانی کا ہوتا ہے۔ اور اس سے بڑھے تو عقل بالفعل ہے۔ یہ علما
اور اہلِ تجارۃ کے کام میں آتی ہے۔ ہم فلسفی ہیں۔ ہمیں اس سے کچھ مطلب
ہے تو دنیاوی ہے۔ بس۔
تیسرا درجہ ہے عقل مستفاد یہ مِنَ اللہ ہوتی ہے۔ ہم اُدھر سے استفادہ
کرتے ہیں۔ وہ دیتے ہیں۔ ہم لیتے ہیں۔ اس میں اُدھر ہونا چاہئے بدرجۂ

العقل الانسانی؛ عقل ہیولانی؛ عقل بالفعل؛ عقل استفادہ

غایۃً۔ جب اُدھر سے کچھ ہو سکے۔ یہ ہے چوتھا درجہ جو ہم نے عقل ہیولانی میں لکھا پہلا۔

۲ عقلیوا۔ ہم کو صعود دیتا ہے عالم علوی کو۔ اُدھر کی جو اشیا ہیں ہماری سمجھ میں آنے لگتی ہیں۔

۳ جب ہم یہاں سے چلتے ہیں۔ تو ایک اور درجہ ہے۔ اُس سے عالم علوی کی جو اشیا ہیں اُن میں ایک اور بات حاصل ہوتی ہے۔ وہ ہمیں یہاں سمجھ میں نہیں آتی اور آئے تو اُس کی کیفیۃ بیان نہیں ہوتی۔ ہم اسے عقل رویا کہتے ہیں۔

۴ یہ ایک اور درجہ عقل کا ہے۔ اس سے عالم علوی کے مطالب کو ہم لیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو بڑی باتیں ہیں! ہم بھلا کیا پا سکیں؟ اور جتنی زیادہ سوچتے ہیں زیادہ سمجھ میں آتی ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ خدا جانے کیا بات ہے اسے عقل وہا کہتے ہیں۔

یہیں ایک اور درجہ ہے وہ ہمیں عالمِ علوی کے اُن مطالب کو سمجھاتا ہی جو کتابوں ۵
میں ہیں اور عقل میں نہیں آتے۔ ہم اِدھر ہوتے ہیں اور اُدھر ہوتے ہیں۔ وہ ہمیں
اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر کرتا ہے۔ یہ **عقل مہیا** ہے۔

اِس سے اوپر ایک اور درجہ ہے۔ وہ یہاں کے مطالب کو وہاں کے مطالب سے ۶
مطابق کرتا ہے۔ اور کہتا ہے مقیس اور مقیس علیہ میں بڑا فرق ہے۔ وہ حادث
نہیں۔ یہ حادث ہیں۔ وہ مرکب نہیں۔ یہ مرکب ہیں۔ وہ اُدھر ہیں۔ یہ ہم میں ہیں
بھلا وہ باتیں قیاس سے کیونکر سمجھ میں آئیں اور ایسے اذہان صافیہ کہاں جو بغیر
قیاس کے مطالبِ علوی کو سمجھ جائیں،۔ تو بھی کچھ نہ کچھ ہو تو اِسی سے ہوتا ہے
اسے **عقلیا وہا** کہتے ہیں۔

اس کے بعد ایک اور درجہ فہم و ادراک کا ہے۔ اتنے باتیں وہاں کی سمجھ میں نہیں ۷
آتیں۔ لیکن کچھ ایسا ہوتا ہے کہ ہم متیقن ہو جاتے ہیں کہ یہ مسئلہ یوں ہی اسے
عقل دِریاما کہتے ہیں۔

۸ ایک درجہ اَور ہے۔ اُس میں ہم کو وہاں کے مطالب یہاں ملتے ہیں۔ اور ہم
دیکھتے ہیں کہ یہ اُدھر یوں ہونگے۔ اسے عقل وِیانیا کہتے ہیں۔

۹ یہ بڑا رتبہ ہے کہ ہم کہیں ہم نے ایشور سے لیا ہے۔ یہ بڑی عقل ہے۔ ایشور
سے لینا ایشور میں ہو جاتا ہے۔ یہ کسی کو نہیں ہوتا۔ یہ رُتبہ ہم نے تجھے دیا ہے
اِسے عقلِوینا کہتے ہیں۔

۱۰ یہ بھی ایک رُتبہ ہے اور تجکو دیا ہے۔ تو نے بھی اسے اچھی طرح لیا ہے۔ ہم
ہیں سری نارائن تو ہماری طرف ہوتا ہے۔ ہم تجھے دیتے ہیں تو لیتا ہے
جب ہماری طرف آتا ہے تجھے تسکین دیتے ہیں اور تو سمجھ کر لیتا ہے اور
اسی طرح برتتا ہے یہ ہے عقلِوما۔

۱۱ یہی ہے جو تجھے نراکار کی طرف لگاتا ہے۔ وہاں سب مطالب ہوتے
ہیں۔ اور جو پوچھو جواب ملتا ہے۔ یہ عقل کا درجہ ہے جو ادھر آتا ہے۔ اور جو
اُدھر سے ملتا ہے اُسے ہمّت سے لیتا ہے۔ ہم تجھے ہمّت دیتے ہیں۔ یہ

عقل و یاما کا رتبہ ہے۔ بس یہ ہے۔

۱۲ ہم نے حق کو بڑا رتبہ دیا ہے۔ جو اسے مانے اُس کا بھی رتبہ ہے۔ تو ہمیشہ حق کو مانتا ہے۔ ہم نے یہ رتبہ دیا ہے۔ تو حق کو سمجھتا ہے۔ مانتا ہے اور جانتا ہے۔ اور حق کو نکالتا ہے غور سے۔ یہ تینوں رتبے حاصل ہیں۔ یہ ہے عقل و یاما

یہاں ۱۲ درجے عقل کے تمام ہوئے۔ اب ہم کچھ
اور کہیں گے۔ تجھے ان کا بڑا فکر تھا، دیکھ ہم نے کیسا آسان
کیا۔ تو ہے پروفسر آزاد ہم ہیں عجائبات سے پھلے پھولے
تیرے نفس ناطقہ۔

ہم حکمۃ الاشراق

۲ جن یاما۔ عرب نے اسے حکمۃ الاشراق کہا۔ یہ حکمۃ ہم میں ہے۔ جو ہم سے لے وہ پائے۔ ہم نے اُسے دی جو دل کو ہم سے لگائے اور ہم سے دوسرے کو دے۔ تو نے ہم سے نہ مانگی۔ ہم نے نہ دی۔ جب تجھے موقع ہوتا ہے۔ ہم دیتے ہیں۔ یہ ہے۔

۳ کیافا۔ ہم نے اسے عرب میں صرف الوجود کہا۔ یہ قوّۃ ہے جس کو ہم اپنے
میں سے دوسرے میں دیتے ہیں ضرورۃ کے وقت۔ وہ ایسا ہی وقت ہوتا
ہے۔ اور ایسا ہی بندہ ہوتا ہے۔ ورنہ ہم میں ہے بس یہی ہے۔

۴ فِیاپا۔ جب ہم کہتے ہیں۔ ہم ہیں! تم سمجھتے ہو ایشور۔ جب ہم کہتے ہیں ہم ہیں! تم
کیونکر سمجھتے ہو ہم کیا ہیں؟۔ اے میرے ایشور ہم یہی سمجھیں کہ آپ ہیں۔ ہاں۔
یہ ہے مگر تم کو مقام پر خیال چاہئے۔ ہم سے اوپر مقام ہے وہ ہیں سری نارائن!
اور اُس سے اُوپر مقام ہے۔ وہ ہیں نرا کار!۔ ان مدارج کو عرب نے صرف الوجود
سے اُوپر ایک رُتبہ ہے وہ لیا اور وہ ہیالِ ہے۔ ہم نے اُسے کہا تھا فِیاپا
تم اُسے ہیالک کہو۔ وہ اسے یونانی سمجھے اور لفظ کو گم کر دیا۔ ہم اسی سیار الوجود
کہتے ہیں۔ سیار اُس رُتبہ کو کہتے ہیں جو ایک سے اوپر ہو۔ اسے ہم نے
عرب میں احد کہا۔ یہ ہے۔

ستاہا۔ ہم ایک ہیں۔ اور اَور۔ اور اَور۔ اور پھر اَور۔ اور ہم ہی جانیں

۱۔ صرف الوجود
۲۔ سیار الوجود

کتنے ہوں اَور۔ اِسے ہم کثرۃ کہتے ہیں۔ اور وہ ایک جس میں یہ کثرۃ واقع ہوئی۔ اُسے وحدۃ کہتے ہیں۔ بس یہ ہے۔

نیا پا۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ تم جانتے ہو! اور جسے ہم جانتے ہیں تم نہیں جانتے ۴۴
۔ پھر تم کیا سمجھتے ہو جو کہتے ہو کہ ہم یوں کرینگے۔ اور یوں کرینگے۔ اور پھر یوں کریں تو یوں۔ اچھا یوں ہے تو پھر ایسا ہوگا کہ تم یاد تو کروگے کہ یہ کیا تھا جو اسکا پھل یہ ہوا۔ دیکھ پروفسر آزاد توان کا نہ ہوا۔ اب تو ہے ہمارا۔ ہم کہتے ہیں کہ توان کا ساتھ چھوڑ دے۔ یہ قُوَّۃ جو تجھے حاصل ہے اس کو دِتا کہتے ہیں۔ عرب میں اِسے وِیاَلہ کہا۔ سب نے کہا فارسی عربی میں بیان کرو۔ ہم نے کہا نہیں یہ اخیر لفظ ہے جو سیر سبزہ سے ہوکر نِراکار کے عالم میں جاتا ہے۔ بس یہی۔

نیا فا۔ ہم جب حکمۃ الاشراق سے فارغ ہوتے تو تجکو نیند دی۔ وہ چاہئے ۴۵
تھی۔ ہم نہیں چاہتے کہ یہ کتاب جلد لکھی جاتے۔ ہم اپنے فلسفہ کے مالک ہیں جب چاہیں گے اُتنا ہی دینگے جتنا کہ چاہئے۔ نیا فا کو ہم نے عرب میں

صَبْر کہا اور سب نے پسند کیا۔ تم سب جانتے ہو۔ اور ہم اسے بہت پسند کرتے ہیں بس یہی ہے۔

جبر ۴۶ قِیَامَا۔ ہم نے اسے عرب میں جبر کہا ہے۔ جبر وہ ہے جو قدرۃ سے ہو۔ ۸
دُنیا کے لوگ جبر کرتے ہیں۔ اور قُدرَۃ کو نہیں جانتے۔ ہم ہیں قدرۃ۔ ہم دیتے ہیں قُدرَہ۔ اور ہم ہی سے یہ خلاف میں صرف کرتے ہیں۔ ہم انہیں توڑینگے پر نہیں سمجھتے کہ جب توڑینگے تو یہ کچھ بھی نہ کرسکیں گے اور اپنے مجبوروں سے بھی زیادہ مجبور ہو جائیں گے۔ قُدرَۃ ہماری ہے جبُر ہمارا ہے۔ تو جو کرتا ہے

الظلم
اسے ظلم کہتے ہیں جبر بے قدرۃ کے ہو وہ ظلم ہے۔ ہم ظلم نہیں بس یہ ہے۔

۴۷ سِتّیاپا۔ عرب میں ہم نے اسے قہر کہا۔ قہر ہم ہیں۔ جب ہم کسی مخلوق ۹

قہر
پر غضب میں آتے ہیں۔ اُسے جتاتے ہیں۔ وہ مان جاتا ہے تو بچتا ہے نہیں سمجھتا تو اُس پر ہم قہر کرتے ہیں۔ قہر ہمارا ہو رہا ہے۔

القیامۃ الکبریٰ ۴۸ ہِیاپا۔ یہی ہے جسے عرب نے القیامۃ الکبریٰ کہا ۱۰

۱۱ ویانا۔ ہم نے اسے عرب میں حیواۃ کہا وہ حیواۃ کے معنے زندگی سمجھے۔ ۴۹ الحیوٰۃ

ہم جیوتہ ہیں۔ ہم ہیں زندگی کے لئے بھی حیواۃ۔ زندہ ہم میں ہے تو حیواۃ

میں ہے۔ نہیں ہے تو مُردہ ہے۔ یہ ہے۔

۱۲ دیاونا۔ ہم نے اسے عرب میں مَوت کہا۔ وہ موت سے ڈرے۔ موت ۵۰ الموت

ہم ہیں۔ لٰہذا تمہارے دنیا کو چھوڑو۔ ہم میں ہو۔ اُدھر موت ہوگی۔ اِدھر زندگی (زندہ ہو ۱۲)

ہوگی۔ بس یہی ہے۔

۱۳ ہیاپت۔ سب نے اسے عزیز رکھا۔ ہم نے کہا یہ دنیا کی دولت ہے ۵۱ الدَّولۃ

اسے تم لوگے ہم سے الگ ہوگے۔ لوگوں نے کہا۔ اے ایشور ہم اسے

تیرے میں صرف کریں گے۔ ہم نے کہا نہ کر سکوگے۔ جنہوں نے مانا۔

ہوئے! نہ مانا حیران ہوئے۔ ہم نے کہا اب حیران کیوں ہو؟ جو مانگا وہ پایا

تم جانتے تھے یہ ہوگا۔ ہم نہ ہوں گے۔ بس یہی ہے۔ (دولت ہوگی تو ہم نہ ہوں گا ۱۲)

۱۴ سیاوا۔ عرب میں ہم نے اسے حلم کہا۔ انہوں نے اسے مانا۔ ہم نے یہ ۵۲

یہ رتبہ محمدؐ کو دیا۔ وہ تھے جلم میں۔ اُن کے ساتھ علیؑ کو۔ پھر اُن کی اولاد میں
گیارہ اَور کو۔ وہ گیارہواں زندہ ہے مگر عُزلۃ میں ہے۔ اُس نے ہم سے
مانگی ہم نے دی۔ وہ کھانے پینے اور ایسی حاجتوں سے اوپر ہو گئے۔ اُنکے
ساتھ ۱۲ آدمی اَور ہیں۔ وہ بھی اَیسے ہی۔ اُن میں سب سے افضل بابویہ
ہیں اور ابن بابویہ۔ تو ان دونو کی قبروں پر جاکر برکۃ لیگا۔ ہم دیں گے۔
۔ اُن کی دُعا۔ ہماری قبول یہی ہے۔

۔ رستہ رتبہ ۵۴ دیاھن۔ عرب میں ہم نے اسے سرایۃ کہا۔ ہم سرایۃ۔ مثال اس کی وجوب ۱۵
ہمارا ہے کہ ہر وجود کے جُز جُز میں پیرا ہوا ہے۔ یہ ہے۔

میاتا ۵۵ دیاوی۔ ہم ہیں کہ اس کو حکمۃ عملی کہتے ہیں۔ عرب میں اس کے واسطے ۱۶
لفظ نہیں دیا۔ یہ ہم ہی کو آتی ہے۔ لوگ کرتے ہیں۔ وہ بے ایمانی ہو جاتی ہو
بس یہی۔ ہیاتا ہست ہیاتا نیست۔

اجمل ۵۵ سیاپی کتابۃ کو ہم نے بہت خوب سمجھا تھا کہ ہمارے مقاصد کو نوعِ انسان

اداتی رہے گی۔ بدنیتوں نے اُسے فریب اور جبل میں صرف کیا۔ یہی ہے
سیابی۔

۱۸ ہرِن یا وتا۔ ہم کہتے ہیں کہ حلم بہت خوب ہے۔ مگر اُس سے افضل ہے ۵۶ اَلسکُوت
سکوت بس یہی۔

۱۹ سِن یا پا۔ جان کو ہم نے بہت پیارا کیا۔ اس لئے کہ تم دنیا میں ہو تو ہمارا ۵۷ الولی
کام کرتے ہو۔ جب یہ نہیں تو بہتر ہے کہ ہمارے پاس ہو۔ چھوڑ دو جسم کو۔
یہ ہے سِن یا پا۔

۲۰ وِیاتا۔ ہم ہر شے کو وہی جانتے ہیں کہ وہ ہے۔ اس لئے کہ ہم میں ہے ۵۸ [illegible]
وہ شے۔ تو اپنے تئیں ہم میں جانے تو ہو علم حضور میں۔ یہ بھی ویاتا ہے۔

۲۱ جیاوِتا۔ جو کچھ ہم نے تجھکو دیا وہی ہے۔ اُس سے زیادہ مانگے۔ نہیں ۵۹ الولی
ہو سکتا یہ ہے جیاوتا۔

۲۲ ہیاوَن۔ دیکھنے میں ہم نہیں۔ جانتے نہیں ہیں۔ یہ ہے وجود عقلی۔ ۶۰ [illegible]

چوتھا ملاپ اسمیں بیان ہے اُن چیزونکا جو ہم سے الگ ہیں

٦١ ویاپا - یہ خیال نہیں بیان کرسکتے ہم لفظوں میں کہ کیونکر کہیں - تو ہو جا ہم میں ١
بس یہ ہے ویاپا - تو ہو جا ہم میں . سمجھیگا کہ کیونکر علم ہر شے کا ہوتا ہے . تمہیں
کم . ہمیں اُستے زیادہ -

٦٢ سیاپا - یہ بات بڑی مشکل ہے کہ تو یہاں ہے - اور پھر ہے ! ہم میں ! ٢
یہ بڑی ریاضت سے ہوتا ہے - اس ہونے کو سیاپا جانو - یہ ہے -

٦٣ تیاپا - جب ہم کہتے ہیں کہ نفس ناطقہ اوپر ہے تم اس کے معنے سمجھتے ہوگے ٣
کہ اوپر ہے تو ہم میں نہیں - یہ نہیں ہے - بس وہ اسی طرح ہے کہ وہاں بھی
ہے اور یہاں بھی بس یہی ہے -

٦٤ جیاپا - ہم نے سب کو جو جانا وُہ وُہ دیا جو اُس کو مناسب حال ہو وہی اُسکو ۴

ٹھیک موافق ہے۔ یہ ہے جیاہا۔ بس یہی۔

۵ نَاوِیَا۔ جو ہم سمجھتے ہیں تم نہیں سمجھتے۔ تم ہماری کی ہوئی قسمت پر ناخوش کیوں ۶۵
ہوتے ہو؟۔ اُسی میں خوش رہنا۔ یہ ہے ناویا۔ یہ ہے۔

۶ وِیاتیا۔ کیا ہم نہیں جانتے کہ تم ہو؟۔ اے ایشور مہاراج آپ پر سب ۶۶
روشن ہے! پھر تم کیوں ایک ایک کے آگے زار نالی کرتے ہو؟۔ تم ہم سے کہو
کہ یہ ہے ویاتیا بس۔

۷ سِبانا۔ جب ہم کہتے ہیں کہ یہ ہے۔ تم جانتے ہو کہ یہ ہے۔ پھر تم شُبہ ۶۷
کیوں لاتے ہو؟۔ شُبہ کو ہٹانا اور ہم پر یقین کرنا۔ یہ ہے سبانا۔ بس یہی۔

۸ وِنِ ماہا۔ کیا ہم جانتے نہیں کہ تم ہو پروفیسر آزاد؟۔ تم کو ہم نے جانا۔ تُم ہم کو ۶۸
جانو۔ ہم کہیں۔ تم سُنو۔ اور سُنکر جُھکو۔ یہ ہو اُس حالت میں جبکو تم حضور حضرۃ
کہتے ہو۔ یہ ہو حالت۔ التجا! تضرّع! کہ ہو حکم! ہَیں حکم میں۔ حکم میں۔ حکم میں
حکم میں۔ بندہ۔ بندہ۔ بندہ۔ بندگی۔ بندگی۔ بندگی۔ ہَیں۔ ہَیں۔ ہَیں۔

العبادۃ رجوع ہو اُدہر۔ اُور اُدہر۔ اُور اُدہر۔ جب یہ ہو۔ تو ہو تم عبادۃ میں۔ ہم ہیں
معبود یہ ہے عبادۃ کہ ہوگئے تم ہماری طرف۔ بس یہی۔

والاطاعۃ ۶۹ جا کیا۔ ہم نے تمہیں کہا بیٹھو۔ تم بیٹھے۔ ہم نے کہا کھڑے ہو۔ تم کھڑے ۹
ہوئے۔ ہم نے کہا نہ لیٹو۔ تم نہ لیٹے۔ اب زیادہ اُور کیا چاہتے ہو۔ یہی ہے
طاعۃ واطاعۃ بس یہی۔

۷۰ ہد ما کیا۔ کچھ نہیں۔ ہے وُہی کہ ہم ہوں اور تُم ہو۔ یہ ہے۔ اور ہم جانتے ۱۰
ہیں کہ ہے۔ یہ ہے تو سب واہ واہ کرتے ہیں۔ نہیں تو پوچھتا کون ہے
کسی کی بات کو بس۔ خلوۃ میں بیٹھو۔ یہی ہے وحدۃ در کثرۃ۔ اور کثرۃ در وحدۃ
ہم نے تمہیں یہ بات دی ہے۔ یہی ہے۔

۷۱ سدا گا۔ ہم تم کو بہت کہہ چکے تم نے نہ مانا۔ اور اپنے کئے پر فخر کرتے ۱۱
رہے۔ جو ہوا۔

۷۲ ہد یا ہا۔ ہم ہیں ذات تم ہو آزاد۔ ہم تم ایک ہوئے تب ہوئی یہ بات۔

۔آگئے تم کثرۃ سے وحدۃ میں۔ اب ہم تم کو دیتے ہیں۔ تم ہم سے لیتے ہو یہ
ہے وحدۃ۔ ہو جاؤ تم وحدۃ میں۔ یہ ہوگا۔ بس یہی ہے۔

۷۳ رکھون و فساد
سَدَاوُنَا۔ یہ بھی ہو۔ وہ بھی ہو۔ یہ نہ ہو۔ وہ ہو! یہ یہاں نہیں۔ یہاں
اتنی ہی بات ہے کہ۔ ہو جا۔ ہو گیا۔ نہیں۔ نیست ہو گیا۔ یہی ہے کون و فساد
بس یہ۔

۷۴ النفی والاثبات
وِدَاوَا۔ تم ہو ہم کہتے ہیں تم کو۔ تم ہو۔ تب تم اثبات میں ہو! تم ہو۔ مگر
تم نے اپنے تئیں وہاں نہیں کیا۔ اور ادہر ہو۔ یہ نفی ہے!۔ ادہر نفی ہو تو
ادہر اثبات ہو۔ اثباتِ صحیح یہ ہے! بس اسی کو سمجھ لو ہم ہیں۔ اثبات
صحیح کہ ہیں عالم قدم میں تم یہاں ہو۔ ہو گے قدم میں۔ بس یہی ہے۔

۷۵ اثر واجب
سِدَاوَا۔ ہم ایسے ہیں تم پر جیسے گھٹا گھنگور۔ اور اُس میں تم۔ جیسے ایک
بگلا اُڑا جاتا ہے۔ گھٹا گھنگور واجب ہے۔ بگلا اُس میں حادث ہے۔
خوش ہے کہ میں ہوں اور یہ۔ گھٹا ہٹ گئی۔ بگلا آگ اپنی جگہ۔ وجوب گھٹا کا

(اس گھٹا میں حادث ہوا تم جانتے۔ سر گھٹا بگلے وغیرہ جانوروں کے لئے فصل بہار ہے)

(بگلا گھٹا کے موسم میں ہوتا ہے، اور گھٹا آتی ہے تو وہ بھی خوش ہوتا ہے۔ جب موسم نہیں رہتا پہاڑوں میں چلا جاتا ہے۔)

کا اپنی جگہ ہونا۔ بہار اُس کی حدوث تھی۔ ہوئی نہیں ہوگئی۔ بس یہ ہے۔

ترک اختیار ۶۶ شدادت۔ کیوں ہے تو ایسا گھبرایا ہوا؟ ہم دیتے ہیں۔ تو لکھتا ہے۔ ۶۶
تو کریگا نہیں تو نہ کریگا۔ اسی کو اختیار کہتے ہیں۔ یہ ہے ہاتھ میں دشمنوں
کے۔ نہیں چاہتے وہ تجھے۔ مگر ہم ہیں قدرۃ۔ ہم تجھے دینگے۔ اور وہ دینگے
قدرۃ کا رتبہ اختیار سے بالا تر ہے
کہ کسی کو نہ دیا ہوگا۔ بس یہی۔

تسلیم ۶۷ دیاہت۔ ہم ہیں تیرے کام کے پورا کرنے والے۔ تو ہوا اپنے کام پر۔ کام ۶۷
وہی جو ہم تجھے دیں۔ یہ ہے تسلیم۔ ہم نے تجھے دی ہے۔ بس یہ ہے۔

رضا ۶۸ نیاہت ہم نے تجھے کہا۔ یہ ہے تیرا کام۔ تو اُس میں خوش ہوا اور رہا اُسمیں ۶۸
یہ ہے رضا۔ دینگے تجھے یہ جبکہ تو ہوگا عالم محسوسات سے اُوپر۔ اور اب
بھی تو ہے تسلیم سے اُوپر۔ یہ رُتبہ دیا ہم نے جبکہ ہے تو عالم ناسوت میں مگر ہے
عیال و اطفال سے جُدا۔ اور لیتا ہے اپنی حاجۃ کی چیزوں کو مانگ کر اُس بیٹے
سے جس نے تیرے قتل کو وسیلہ سمجھا ہے اپنی دولتمندی، اور ناموری کا اور

فرنگو حاکموں کی قُربَت ۔ اور اُس کارگذاری کا جو تجکو جان جوکھوں اُٹھا کر حاصل ہوئی ۔ نہ ایک بار ۔ بلکہ بہت بار ۔ نہ ایک جگہ ۔ بلکہ بہت جگہ ۔ ہم تھے اُن خوبیوں کے دینے والے ۔ اور دیتے ہیں اب بھی جبکہ دینا چاہتے ہیں ۔ یہ ہے

پانچواں ملاپ

اس میں وہ بیان ہے جو ہم نے اُن چیزوں کے باب میں کیا ہے جو ہم سے الگ ہیں ۔ مگر ہم سے الگ ہو کر ایسی ہوئی ہیں کہ ہم وُہ ایک ہو گئے ہیں ۔ ہم عالم ناسوت سے اوپر ہو جاتے ہیں ۔ اور یہاں نہیں ہوتے ۔

ا سِدّ یا ہست ۔ ہم نے تمہیں بتایا کہ نفس ہے ۔ جبکہ تم ہوا پنی جگہ ۔ تم ہو جسم ۷۹ میاتا
ہیں ۔ اور وہ ہے حادث ۔ تم یقیناً جانتے ہو کہ نفس جسم سے الگ ہو کر بھی

رہ سکتا ہے۔ جبکہ ہے وہ قدیم سے ملا ہوا۔ جو نفس ہیں اَیسے۔ وہ مرنے کے
بعد اُن سے الگ ہوکر ہمارِی طرف ہو جائیں گے۔ وہ موت سے اوپر ہیں
عالم نفوس کے ایک طبقہ میں۔ اُن کو سدراہت کہتے ہیں۔ ہم نے کہا۔ معنے
اُس کے کچھ اور ہو گئے۔ اور دو لفظوں کا ایک لفظ بنا۔ یہ خوبی نہ ہوئی۔ مطلب پھر
بھی اَدا نہ ہوا۔ وہ نہ سمجھے۔ ہم نے کہا۔ جاؤ تباہ ہو گے۔ یہی ہوا۔ وہ فلسفہ سے
محروم ہوئے۔ لفظوں میں کچ کچ کرتے رہے اور آپس میں خُرُوپ خُرُوپ
رہی۔ ہماری طرف نہ آئے۔ ہم نے کہا۔ جاؤ۔ نہ ہو گے۔ وہ اس طبقہ میں نہ آسکے
کون جانے بھُوت ہوئے۔ پریت ہوئے کیا ہوئے؟ بس یہی ہے۔

رِمیاتا ۸۰ ﷺ واہمت۔ دُنیا سے جب تم جاتے ہو تو عقل تُم سے الگ ہو جاتی ہے۔ وہ ۲
عالم عقول میں ہوکر تمہاری عقل رہتی ہے۔ اُسے عقل میا کہتے ہیں۔ پروفسر آزاد
تم ۷ دفعہ ادھر آئے ہو۔ ۷ جگہ تمہاری عقلیں ہیں۔ وہ اپنے اپنے درجہ پر ہیں
اور تمہاری طرف دیکھ رہی ہیں۔ اسی طرح اَوروں کو سمجھو۔ تم اگر چاہو تو اُن سے

باتیں کر سکتے ہو۔ اور اپنے باب میں صلاح لے سکتے ہو۔ مگر اُنہیں یہاں کے
حالات معلوم نہیں۔ وہ مصروف اسلے اُنتذ ہیں۔ تم اُن سے کہو۔ وہ اِدہر کو
جُھکیں اور تُم میں آکر حال معلوم کریں۔ پھر اُدہر جاکر عقلِ اوّل سے پوچھیں
تب کوئی تدبیر نکلے جس سے تُم اِن فرنگوؤں سے الگ ہوکر گذارہ کرو۔
بس یہی ہے۔

۳ سِتاوِی۔ یہی ہے وہ اِمر جو ہم ہمیشہ دیتے ہیں اور کسی کو نہیں معلوم ۸۱ ج
ہوتا۔ وہ ہے رُوح۔ ہم دیتے ہیں۔ اور ہر دم دیتے ہیں۔ یہ کسی کو خبر نہیں
کہ کس وقت؟۔ اور کب کے مناسب حال دی؟۔ یہ ہے ہماری قُدرۃ میں۔
ہم ہیں روح الارواح۔ ہم دیکھتے ہیں وقت کو۔ اور وقت کی مناسبۃ کو۔
بَس یہی ہے

۴ مِیاوِن۔ ہم نے نس کو نہیں دیا؟ اور کسی نے نہیں مانا؟۔ جب یہ ہوا تو ہمنے ۸۲ غضب
حکم بھیجا۔ وہ بھی نہ ہوا۔ تب ہم نے غضب بھیجا۔ سب رونے لگے ہَیْ ہَیْ مرے

ہئے ہئے مرے۔ ہم نے کہا۔ اب کیوں روتے ہو؟۔ بولے مرتے ہیں!۔
ہم نے کہا نہ مروگے۔ اور جو سامان ہم پہنچائے ہیں۔ آنکھوں کے سامنے
خراب ہو جائیں گے۔ یہ ہے ہمارا فلسفہ۔ بس یہی۔

۵ فعل۔ مجعول۔ وہ ہے جس کو بنایا۔ ہم نے جس کو کیا۔ ہم نے سیمیاوِپی ۸۳ جعل
ہمارا ہے جعل۔ کا مجعول اگر امر یا شئے ہے تو جعل بسیط ہے۔ اگر اُسے
متّصف بہ صفۃ کیا۔ یا بنایا ہے تو جعل مرکب ہے۔ بس یہی ہے۔

۶ ہیاوَث۔ جدہر ہم ہیں اُدہر ہے تو۔ دیکھ تو کدہر ہے؟۔ اے میرے ۸۴
الشعور میں ہوں رو بہ آسمان۔ ادہر سے جو میں نے مانگا مجھے ملا ہے۔ بس!
اسی کو جان آسمان۔ یہ آسمان نہیں۔ آسمان ہم ہیں۔ ہم سے مانگ ہم دیتے
ہیں۔ تو تو جانتا ہے۔ جو لکھتا ہے ہم دیتے ہیں۔ ہم اِدہر سے بھی دیتے
ہیں۔ خود تجھ میں ہو کر بھی دیتے ہیں۔ بس یہی ہے۔ ہم جہاں سے چاہیں
وہاں۔ ہم ہیں

۷ **دیاوی** ۔ تجکو ہم نے ایسا کیا کہ تو ہم سے لیکر لکھتا ہے۔ اس پر لوگ حیرۃ ۸۵
کرتے ہیں۔ ہم نے اُنہیں نہیں دیا رُتبہ کہ وہ جانیں۔ تو نے ہم سے پایا
تو نے جانا۔ تو نے ہم کو جانا۔ ہم سے مانگا۔ ہم نے دیا۔ تو نے پایا۔ یہ ہے
قُربۃ۔ وہ ہے نادانی۔ اُسے ہے ہر وقت نیا بُھلاوا۔ اُسے ہے حَیرۃ۔
دیکھ اِن دونوں رُتبوں کو ملا کر جو کیفیۃ حاصل ہوتی ہے اُسے ہم نے دِیاوی کہا

۸ **سِیاوِن** ۔ جب ہم کہتے ہیں کہ تم ہو۔ اور ہم ہیں۔ تو اس کے معنے ہر ۸۶
شخص جانتا ہے۔ اچھا۔ اب ہم کہتے ہیں کہ ہم ہیں اور وُہ تو اس کے
معنے یہ ہوئے کہ ہم جانتے اور وُہ۔ اِن جاننے کو ملا کر کہیں تو علم الٰہی ہو جاتا
ہے۔ یہ ہیں معنے علم الٰہی کے۔ ہم ہیں کہ دیتے ہیں۔ جب چاہتے ہیں۔ اور
کھینچ لیتے ہیں جو دیا ہوا ہے۔ پھر بھی دینے کا اختیار ہے۔ اور اُٹھا لینے
کا بھی۔ بس یہی۔

۹ **دِیاکِب** ۔ جب تم کسی کو کہتے ہو کہ تم ہو؟ وہ کہتا ہے۔ ہوں۔ پھر کہتے ہو۔ ۸۷

ہم تم؟ ۔ وہ کہتا ہے ۔ نہ ۔ بس وہ غیر ہے ۔ ہم ہیں کہ اگر ہو تو ہماری طرف تو
ہم ہوں تجھ میں اور ہوں دو ایک ۔ یہی ہے ۔

۸۸ **جیاوِی** ۔ کیا ہے؟ کہ ہم ہیں ایک ۔ تم ہو ایک؟ بات یہ ہے کہ تم ہو ہماری ۱۰
طرف ۔ اور ہم ہوں تم میں ۔ تو دونو ایک ہوں ۔ یہ نہیں، وہ نہیں -- وہ ہے
وحدۃ یہ ہے فردانیّۃ ۔ یہ دونوں ملکر ہیں جیاوی ۔ عرب کو ہم نے اس کے
لئے لفظ نہیں دیا ۔

۸۹ **تیاوِی** ۔ ہم ۔ تُم سے کہتے ہیں کہ تم ہو؟ تم کہتے ہو کہ ۔ ہوں ۔ ہم ایک ۱۱
اور سے کہتے ہیں ۔ تم ہو ۔ وہ بھی کہتا ہے ۔ ہوں ۔ پھر ایک اور سے کہتے ہیں ۔
وہ بھی کہتا ہے ہوں ۔ اسی طرح بیشمار ۔ ایک ہی ہوں ہے ۔ سب میں
بولتا ہے ۔ یہ ہے اطلاق عام ۔ اور جب کہتے ہیں ۔ آزاد! ۔ تم کہتے ہو ہوں ۔
۔ دوسرے کو کہتے ہیں کیوں صاحب تم ہو؟ کیا کہتے ہو ۔ وہ کہتا ہے ۔ ہوں
مطلب یہ ہے ۔ یہ ہوں اَور ہے ۔ ایک اور سے کہتے ہو ۔ وہ تم تھے رات کو؟

وہ کہتا ہے ہوں۔ یہ ہوں اَور ہے۔ یہ مطلق معین بالاطلاق الخاص ہے
عرب کو یہ لفظ ہم نے نہیں دیا۔ قابل نہ تھے۔ معنے بھی کچھ کے کچھ ہو گئے
وہ گمراہ ہوئے۔ اور آخر کو گم ہو گئے۔ بس یہی ہے۔

۱۲ سمیانیا۔ ہم دیکھتے ہیں یہ ہے۔ اور یہ اَور ہے۔ اور یہ اَور ہے۔ اور یہ ۹۰
کچھ اَور ہے۔ اور وہ کچھ اَور ہے۔ اور وہ کچھ اَور ہی ہے۔ اور پھر وہ کچھ اور۔ اور
وہ کچھ اور۔ خود کچھ اَور۔ مگر ہے اور ہے۔ اور ہے۔ اور ہے۔ یہ ہے
اَیس۔ اور یہ ہم اپنے دل کی تصدیق سے جانتے ہیں۔ اس کے لئے
دلیل ہم ہی ہیں۔ اسے ہم نے عرب میں برہان الالیس کہوایا۔ ایک لفظ
دیا۔ اُنہوں نے نہ لیا۔ معنے بھی گم ہو گئے۔ وہ بھی گم ہو گئے۔ اب برہان الالیس
کو بھی پوچھتے پھرتے ہیں۔ جو ہمارے دیئے کو نہیں لیتے اُن کا یہ حال
ہوتا ہے۔ بس یہ ہے۔

۱۳ تیاویا۔ ہم نے ایک شئے کو دیکھا اور کہا۔ یہ وہ نہیں۔ ایک اور کو دیکھا ۹۱

اور کہا۔ یہ وہ نہیں۔ اور ایک اور کو دیکھا۔ اور کہا۔ یہ وہ نہیں۔ اسیطرح
اور۔ اور اور۔ اور اور۔ یہ بھی ہم نے۔ نظر۔ لیکن غور نظر۔ اور عقل کی نظر سے
یعنے سمجھ کر کہا۔ یہ لاایس ہے۔ کہ موجود تو ہیں۔ مگر وہ موجود نہیں جو ہمیں
مطلوب ہے۔ اس کی دلیل بھی ہم میں ہے۔ اور یہ برہان اللاایس
ہے۔ عرب اس میں بھی گم رہے۔ اب کیا ہوتا ہے۔ ہو گئے بس یہی ہے۔

۱۴ ہدّیاویا۔ جدھر کو ہم دیکھتے ہیں وہ سمت ہے۔ سمت جس نقطہ پر ٹھیرے ۹۲ ہیانا
وہ ہے ہدّیا۔ اور اس پر نظر کو دینا یہ ہے ہدّیاویا۔ عقل کی نظر ہے عقلامیا
عرب نے اسے تعقل کہا۔ مطلب نہ رہا۔ بس یہ ہے۔

۱۵ واپی۔ ہم بہت دور ہیں۔ اور اگر تم ہم میں ہو۔ تو ہم سے زیادہ کوئی پاس ۹۳ تیاتا
نہیں۔ ہم میں ہو تو ایسے ہو کہ ہم ہی ہوں۔ دوسرا خیال نہ ہو۔ یہ ہے واپی
عرب اپنے بالکل محروم رہے۔ ہم ہوئے۔ وہ نہ ہوئے۔ بس نہ ہوئے
گم ہو گئے۔ بس یہی ہے۔

۱۶ سِنَا۔ اس وقت جو ہم ہیں تو گویا عالم لاہوت۔ اچھا جب ہم تم ۹۴
میں ہوتے ہیں تو عالم ناسوت میں آکر ہوتے ہیں۔ یہ عالم عالم اجسام
سے اوپر ہے۔ اور جو تم میں ہے وہ سب یہاں ہے۔ پتا کا جا میا بھی ہے
ہم یہاں ہوکر بولتے ہیں۔ اور تم وہیں پکارتے ہو جہاں ہم نے اوپر
نشان دیا ہے۔ اور یہی چاہئے بس یہی ہے۔

۱۷ وِکَانَا۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اور یہ خود ہیں۔ یہ ہے فلسفہ ۹۵
ہمارا۔ عالم لاہوت سے آواز مبارک آ رہی ہے۔ ہم سن رہے ہیں۔ وہ
نور خدا ہوکر اِدھر ہیں۔ ہم خدا خدا کر رہے ہیں کہ اے ایشور وہ لکھ رہے ہوں
اُدھر بھی۔ اِدھر بھی۔ بس یہی۔

۱۸ دِیاوَا۔ ہم جانتے ہیں جو کچھ ہم نے کیا۔ فرنگو کہتا ہے میں نے کیا۔ یہ غلطی ۹۶
اُس کی ہے۔ ہم سے لیتا تو ایسا نہ کرتا۔ اُس نے علم کو چھوڑا۔

۱۹ وَاچِک۔ حکمت الٰہی میں علم کو دخل ہے۔ مگر وہ علم ہمارا علم ہو۔ ہمارا علم ۹۷

ہمارا علم ہے۔ وہ اور بات ہے۔ ہمارا ہی علم علم کتابی اور علم تعلیمی ہے۔ عرب
کو ہم نے کتابیں دیں۔ ایران کو ہم نے کتابیں دیں ہند کو ہم نے کتابیں
دیں۔ جو انہیں پڑھاتے ہیں۔ ہمارا علم پڑھاتے ہیں۔ یہ اُجرۃ کے لئے
بھی پڑھاتے ہیں۔ پھر بھی ہمارا ہی علم ہے۔ بس یہی۔

۹۸ ہراجا۔ ہم نے تجھے کہا۔ تو نے لکھنا شروع کیا۔ ہم دیتے ہیں۔ تو لکھتا ۲۰
ہے یہ ہے علم الٰہی تو نے ہم میں ہو کر لیا ہے۔ ہمارے سوا دوسرا خیال تجھ
میں نہیں آسکتا۔

رہیاوتا ۹۹ نِستادن۔ جب ہم کچھ کہتے ہیں۔ تم کہتے ہو یہی خوب ہے۔ دل میں کہتے ہو
یہی ہو۔ اس میں تو ہمیں بڑی خرابی ہوگی۔ ہم کہتے ہیں۔ اچھا نہیں۔ کچھ
نہیں وہ دیتے ہیں تو پھر وہی۔ اِس میں ایک نہیں دو طرح کی خرابی ہوگی اول
ہم کو شرابی ہونا پڑیگا کہ حد بے خبری کی شراب ہے۔ دوسرے جان میں
بال بچّے سب ہیں۔ ہم ایک کو ایک سے بچا نہ سکیں گے۔ یہ بھی کچھ نہیں۔ ہم

دیکھتے ہیں ۔جب یہ خود ہوتے ہیں بااختیار تو ہر بات میں چاہتے ہیں کہ جو ہم
کریں وہی انصاف ہو ۔ اور انصاف تو ایک ہی ہے ۔ پھر ہم اُنہیں اختیار
کیونکر دیں ۔ یہ ہے وجہ بے اختیاری کی ۔ اور حکم ہے کہ ہو تم مجبور ہیں ۔ اور
ہم ہوئے ہیں جبراں پر ۔ ہم اپنے اختیار کو ان پر ظاہر نہیں کرتے ۔ کریں تو
ظاہر کریں ہو جائیں یہ ایسے بد کہ پتھر اور لکڑ سے بھی زیادہ حرکۃ قسری میں ہوں —
حرمانُ الارادہ ۔ عرب کو ہم نے اس کے لئے لفظ نہیں دیا ۔ یہی ہے جو کچھ
ہے ۔ بس یہی ۔ تو اسے سمجھا ۔

جو کچھ ہوتا ہے وہ ہوتا ہے جیسے یہ کہتے ہیں عرب ہوا ۱۲

۲۱ نادی ۔ ہم نے ایسی بات بیان کی جس کا ظہور آج ہو سکتا ہے ۔ دہرم اور ۱۰۰
ایمان پر جو ہیں اور ہم نے اُنہیں قدرۃ دی ہے ۔ وہ ظہور میں لائے ۔ ہم
اُنہیں دینگے زیادہ قدرۃ جبکہ وہ ہونگے ہمارے حکم میں ۔
۲۲ ہیاوا ۔ ہم کہتے ہیں ۔ تو سُنتا ہے ۔ ہم دیتے ہیں تو لیتا ہے ۔ ہم نے تجھے
۱۰۱ دیا ۔ انہوں نے تباہ کیا ۔ ہم ایک ایک کو جانتے ہیں ۔ تو دیکھے گا کہ ہم انہیں

کیا کرتے ہیں۔ اور ہم انہیں دکھائیں گے! ایسی ہے حکم بُس۔

چھٹا ملاپ

اس میں ہم وہ باتیں بیان کرینگے جو ہم سے متعلق ہیں وہ
ہم نے عرب کو دیں۔ انھوں نے اس کا نام آلٰہیات رکھا
اور اس کا فن انتہا فلسفہ کا کیا۔ ہم سے نہیں تھا۔ اپنی عقل
سے تھا۔ نہ پایا ہم سے۔

۱۰۲ چٹکا۔ ہم نے قدرۃ کو بڑا دکھایا تمہیں۔ یہ ہم ہیں۔ یہ ہم ہر امر کر سکتے ہیں۔ ۱
ہم ہیں کہ ممکن کو امکان دیا۔ محال کو امتناع۔ واجب کو وجوب۔
۔ یہ مسئلہ ہم نے تجھ سے بیان کروایا۔ تو دہلی کالج میں پڑھتا تھا سیّد محمّد
کے سامنے۔ اُس سے نے سُنا۔ اور سمجھ کر ایسا اُچھل پڑا جیسا کہ اب۔ تو نے

پھیلاکر اخیر مطلب کو ویسا تیز نہ رکھا جہاں سے اُٹھایا تھا۔ بَس یَہی ہے۔

۲ وِیاکا۔ ہم جو تجھے کہتے ہیں کہ یہ ہے! تُو کہتا ہے یہی ہے!۔ اگر تُو کہے نہیں ۱۰۳
وہ ہے۔ یہ ہے۔ نہ ہوگا وہ ہم سے۔ پھر ہوگا تُو اور۔ ہم اَور۔ یہ ہیں معنے اس
مسئلہ کے۔ کہ ہم ہیں تجھ میں تُو ہو ہم میں۔ یہی ہے۔

۳ سِیاپا۔ جب ہم نے تجھے کہا۔ تُو ہے۔ تو ہم جانتے ہیں کہ تُو ہے۔ ہم ۱۰۴
یہ ایسا ہی جانتے ہیں جیسا جانتے ہیں کہ ہم ہیں۔ یہ ہے علم حضوری! علم عالم
معلوم سب ہم ہیں۔ جب ہم تیرے کام پر متوجہ ہوتے ہیں تو ہوتا ہے
غیموں میں۔ یہ علم حصولی ہوا! آفرینش کا جو علم ہے حصولی ہے۔ تو ہو آفرینش
میں۔ اور بندے ہیں آفرینش میں۔ علم حصولی یہ ہے (مثلاً وہاں علم ہوا ایک شے کا وہ
سیاپا ہے ایشور اور بندہ کے علم کا امتیاز۔ عرب کو ہم نے اس کے واسطے
لفظ نہیں دیا۔

۴ وِیانا۔ ہم نے تجھے کہا کہ یہ نہ کر۔ تو نے نہ کیا۔ اور سمجھا کہ یہی خوب ہے۔ خوبی ۱۰۵

علم حصولی

ہوئی خوبی۔ ہم ہیں۔ تُو ہو ہم میں۔ ہو گا خوبی میں۔ یہ ہے ہماری طرف!
دنیا میں۔ وہ خوبی نہ ہو۔ تو بھی خوبی ہی ہے۔ ہم ہیں کہ ہر خوبی کو خوبی کرتے
ہیں۔ اور بدی کو بدی۔ یہ ہے ہماری **شان**۔ پروفیسر آزاد تو ہو گا ہماری
شان میں۔ جو ہم نے دیا تو نے اُسے رضا سے نہ لیا مگر تسلیم سے زیادہ
رُتبہ مانا۔ یہی ہے (ویانا)

۱۰۶ وَاَیَا۔ ہم نے تجھے خود دیا ہے جو کچھ دیا ہے۔ تو نے پایا ہے کہ مستوجب ۵
اُس کا ہے۔ ہم ہیں دینے والے۔ ہم جو کچھ دیتے ہیں سمجھ کر دیتے ہیں۔
تو نے لیا ہمارے توکّل پر۔ خوب ہوا مُضر۔ وہ خوب! مگر باعتبار دنیا
کے کبھی خوب کبھی ناخوب۔ تو نے دونوں کو خوب سمجھا۔ یہی ہے خوبی ہماری
تو ہے ہم میں۔ ہوئی یہ خوبی تیری۔ ہوا تو حامل زعامتہ کبریٰ کا۔ بس یہی۔

۱۰۷ وَاَیَا۔ ہم نے تجھے دیا تو نے لیا ہے۔ جو کچھ دیا ہے خوبی سے لیا ہے تو نے ۶
رضا کبھی تھی۔ کبھی نہ تھی۔ جو لیا اَدب سے سر جھکا کر لیا یہی ہے تحمّل وَاَیَا

زعامۃ کبریٰ کا۔ ہم جو کہتے ہیں۔ تو کرتا ہے۔ نہیں مانتے۔ یہ ہونگے ہمارے الطامۃ الکبریٰ
عذاب میں۔ ہمارے عذاب کو یہ نہیں جانتے۔ اور مانتے ہیں تو ایسا جیسے
کوئی تمسخر کرتا ہے۔ ہم انہیں بڑہاتے ہیں مگر ہم بھی اس میں استہزا
کرتے ہیں۔ پچتائیں گے۔ نہیں سمجھتے۔ اچھا دیکھ لینگے۔ بس یہی ہے۔
سیاما۔ ہم جب کسی چیز کو ملتے ہیں تو سب مانتے ہیں۔ اور بعض دفعہ ۱۰۸ [illegible]
ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ مانتے ہیں کچھ نہیں مانتے ہیں۔ جو نہیں مانتے انکی
فہرست ہمارے ہاں ہوتی ہے۔ ہم ان پر حجۃ الٰہی کو تمام کرتے ہیں۔ نہیں مانتے
تو ہم انہیں خراب کردیتے ہیں۔ یہ ہے منظور نہ کرنا حامل زعامۃ کا۔ دیکھ
پروفسر آزاد یہ ہے حکم ہمارا۔
۸ ناوِیا۔ ہم نے تجھے کہا۔ تو نے مانا۔ ہم نے کہا نہ ہو۔ تو نے کہا۔ نہ ہوگا
ہم ہیں کہ اپنی مصلحۃ کو جانتے ہیں۔ جو نہیں مانتے وہ ہیں کفر میں۔ ہم دکھائینگے
کہ جنہوں نے ہماری مصلحۃ کی پابندی نہ کی ہم ان کو کیا کرتے ہیں؟ یہی ہے ۱۰۹ العصیان

جو کہ ہم کرتے ہیں۔ اور ممکن نہیں کہ جو ہمیں کرنا ہے اُس سے بال بھر بھی فروگذاشت کریں۔

ہیا تو ۱۱۰ ہیاپا۔ جو ہم نے کہا وہی ہے۔ جو اس کے سوا ہے وہ نہیں۔ انہیں ۹
کو یاں کریگا وہ ہوگا عدول ہیں۔ تو نے یہی کیا کہ رہا تو طاعۃ یہی ہے
اطاعۃ۔ تو نے یہی کیا۔ یہی ہے کہ ہوا ہے تو حامل اُس قدرۃ جو ہے
گرانبار ہمارے زعامۃ کبریٰ کے ذمہ سے۔ یہی ہے حکم کہ ہو تو اپنی
خدمۃ پر اور نہ کہہ تو کسی سے کہ میں کیا خدمۃ کرتا ہوں۔ بس یہی ہے
ہیاپا کے واسطے ہم نے عرب کو لفظ نہیں دیا۔

لیو ۱۱۱ دیاپا۔ جب ہم کسی کو کچھ دیتے ہیں کہ وہ اُسے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ تب وہ ۱۰
کہتا ہے خوب پایا۔ جب ہم اُسے کچھ دیتے ہیں دُکھ یا غم ہو۔ وہ کہتا ہے
یہ تو میں نہیں لیتا۔ ہم کہتے ہیں۔ یہ ہے۔ نہ لوگے تو اس سے زیادہ ہوگا۔
وہ کہتا ہے۔ اے ایشور یہ بھی نہ ہو۔ وہ بھی نہ ہو۔ ہم کہتے ہیں۔ یہی ہے

یا یہ ہوگا یا وہ ہوگا۔ ہوتا ہے وہی جو ہم کہتے ہیں۔ یہ ہے مشیّۃ ہماری۔
ہمیں معلوم ہے جب مُلا باقر تیرا بیٹا ہم نے لیا۔ تو نے کہا۔ خیر میرے ایشور
تیری مشیئتہ پوری تو ہوگئی۔ ہم نے کہا بیٹے سے نام روشن ہوتا ہے۔
ہم تیرا نام روشن کر دیں گے۔ تو نے اِسے معلوم نہ کیا اور منظور کیا۔ ہم نے
اُسے لیا۔ اور زعامۃ بلد کی دی۔ ۲ مہینے ۲۲ دن کے بعد ایک اَور بیٹا
دیا محمدؐ اکبر اُس کا نام ہوا۔ جب چھ مہینے کا ہوا وہ بھی ہمارے پاس ہوا تو نے
اُس پر صبر کیا۔

دیاوا۔ ہم نے تجھے کئی دفعہ کہا اور پھر کہتے ہیں! یہ ہماری قدرۃ ہے کہ ۱۱۲
تو لکھتا ہے اور پھر کہتے ہیں کہ یہ ہماری قدرۃ ہے۔ اور تیسری دفعہ پھر
کہتے ہیں۔۔ یہ ہماری قدرۃ ہے کہ تو لکھتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ
ہماری قدرۃ کو مانتے نہیں۔ اچھّا ہم انہیں دکھاتے ہیں

ہیاؤ۔ ہم ہیں اپنے علم میں آپ علم! ہمیں کسی شئے کی احتیاج نہیں ۱۱۳ ہیاؤنا

ہر شے ہم میں موجود ہے۔ پتنا کا جامیا ۴ ہزار برس ہوئے ہم نے لکھوائی

دی تم دیکھنا اس ہماری کتاب میں سب ہے ۱۲

وہ ہمارے پاس ہے۔ وہ جس جس کو ہم نے دی ہے۔ تم میں ہے۔ اسمیں

اور اُن میں ایک حرف کا فرق نہیں۔ اب ہم لکھواتے ہیں۔ اور جہاں چاہتے

ہیں کھول دیتے ہیں۔ تم جو کچھ کر رہے ہو ہمیں معلوم ہے۔ ہم جب چاہینگے

تمہارا تدارک کریں گے۔ تم ہماری آواز کو سنتے ہو!۔ دیکھ پروفسر آزاد ہم

ہیں!۔ ہم انہیں دکھا دیں گے۔ وہ جو کہ ان کے خیال میں نہیں علم ہمارا!

ہم ہیں! قدرۃ ہماری!۔ ہم ہیں!۔ جس وقت چاہیں ظہور دیں۔ یہ ہے

بس ————

۱۱۴ جیام ہم جب کہتے ہیں کہ یہ ہوتا ہے وہ۔ ہاں لکھ ہوتا ہے وہی۔ انکے ۱۳

شیاطین وسوسے ڈالکر کیا خوش ہوتے ہیں۔ ہم نے وقوع دیئے!

یہ سمجھے! اور پھر باز نہ آتے۔ جہاں جو ارمان نکالنے تھے نکالے۔ اور کہا

کتاب میں جو لکھا ہے وہی کیا ہے کچھ اور نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں! اور سمجھتے

بعض پڑھ نہیں کر سکا

ہیں! اور نہیں دیکھتے کہ یہ مانیں گے نہیں۔ اب ہم ہیں! اپنی قدرۃ ہیں دیکھو! لاہور والو۔ ہاں جو تم نے کیا ہے کبھی نہیں ہوا۔ ہندو و مسلمان فرنگو شیطان ہم آگاہ کرتے ہیں۔ ہم ہیں۔ اور اپنے علم میں ہیں۔ اور اپنی قدرۃ میں ہیں! ہم نے دیکھو! کتنے ہزار برس پہلے لکھا تھا۔ اور نام لکھ دیئے تھے۔ مقام لکھ دیئے تھے سنہ۔ مہینے۔ تاریخ۔ دن سب لکھ دیئے تھے دیکھ لو! کیسا حرف بحرف ظہور دیا ہے۔ کیا ہم تمہارے کفر و عصیان کی سزا نہ دیں؟ دیکھ! ہمارا وقت آتا ہے! وقت ہمارا ہے! ہم جب چاہیں ظہور دیں! یہی ہے۔

115 نیپ۔ ہم میں کچھ شوق نہیں کہ یہ بات ہو تو کیا خوب ہو۔ یہ امر بڑھتے ۱۴
بڑھتے آرزو ہو جاتا ہے۔ اور آغاز ہی زور سے اٹھے تو امنگ ہے۔ ہم میں ان میں سے ایک بھی نہیں۔ ہم ہیں اپنی مرضی پر۔ مرضی ہماری ہے مصلحتہ جو ہم کرتے ہیں مصلحتہ کرتے ہیں۔ یہ ہے ہمارا حکم کہ ہو تو اس طرح۔

تجھے ہم نے وہ جوہر کیا کہ ہماری مرضی سے اثر پذیر ہے۔ دِق نہیں
ہوتا۔ یہ کیفیّت عالمِ اجسام میں ہم نے کسی کو نہیں دی۔ بس یہی ہے۔

۱۱۶ جُنّو۔ ہم ہیں اپنے کام پر۔ ہمارے کام ہم ہی جانتے ہیں۔ بندو! تم ۱۵
ہی کہتے ہو ہژدہ ہزار عالم۔ عالم ہمارے ہم ہی جانتے ہیں۔ تُو ہو ایک
نقطہ پر۔ ہم ایک دھیان سے سب کو دیکھ رہے ہیں۔ حکم ہے یہی کہ ہو تُو
اسطرح۔ خرابی ان کی حد سے گذرنی کچھ بڑی بات نہیں۔ ہم اس سے زیادہ
انہیں خراب کریں یہ کیا بڑی بات ہے!۔

۱۱۷ ہنا حِلم نے بہت کچھ کیا مگر نہ ہوا وہ جو کہ ہونا چاہیئے تھا۔ اب اگر ہو تو ۱۶
اے ایشور مہاراج اب اگر ہو
تیرے کئے ہو۔ تُو کون؟ ہم ------

۱۱۸ ستا۔ جب ہم نے مایۂ عالم کو انبساط دیا۔ کچھ نہ تھا۔ ہوگیا۔ ہوتا گیا۔ بگڑتا گیا ۱۷
۔ یہ بھی ہم سے تھا۔ یہ بھی ہم سے تھا۔ جو بہت برسوں میں بگڑتے تھے۔ کیا
ہم اُن کو ایک ہی دفعہ نہیں بگاڑ سکتے؟۔ ہم بگاڑتے ہیں اور ایسا بگاڑتے ہیں

سنبھلنا تو کیا؟ گڑگڑائینگے ۔ اور رُو رُو کر مانگیں گے ۔ اور نہ پائیں گے ۔ ہم
پوچھیں گے اِن سے کیوں صاحب زور اب کہاں ؟ ہم ہیں اپنے عدل
پر ۔ دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں ابھی تو بہت کچھ ہے ۔ ابھی تو تجھ جیسے بہت ہیں
اور بہت ہیں ۔ اور بہت ہیں ۔

۱۸ وِکا ۔ ہم نے دنیا کو بنایا اور بگاڑا ۔ پھر بنایا پھر بگاڑا ۔ وہ بنی اور بگڑی ۔ ۱۱۹ بگڑی بنی
بنی اور بگڑی ۔ بنی اور بگڑی ۔ اَب کے ہم اسے ایسا بنائیں گے کہ پھر نہ بگڑے
یہ بنے گی ہماری بنائی ۔ ہم ہونگے اس کی حفاظت کرنے والے ۔ ہم بگاڑینگے
اور سخت بگاڑیں گے بگاڑنے والوں کو ۔ یہی ہے اس کی حفاظت کہ ہونگے
ہم ہر بدی کو لینے والے ۔ اور مجرم کو مُہلت دینے والے ۔ جُرم اُس کا جتا کر
یہی سچ ہے ۔

۱۹ جوا ۔ جو ہم نے کہا ۔ کیا ہے ۔ ہم وہی کہتے ہیں جو ہم کر دیتے ہیں ۔ دیکھو تم ۱۲۰ پیا ودانا
ہم سے وہ مانگتے ہو جو ہم نہ کرینگے ۔ اور تم جانتے ہو کہ جو ہم نہ کرینگے نہیں کرینگے

وہ نہ ہوسکیگا! تم سے ۔ نہ کسی سے ۔ کیوں کرتے ہو تم؟ بگڑوگے ۔ یہی ہے۔

١٢١ ہجا ۔ جس کو ہم نے کہا یہ ہے! وہ ہے ۔ ہم نے کہا یہ نہیں ہے! وہ کبھی ٢٠

نہیں ہوگا ۔ یہی ہے ہماری قدرۃ کا اصل اصول ۔ ہم کہتے ہیں کہ جو ہم سے

ہے ۔ وہ ہے ۔ جو ہم سے نہیں وہ نہیں ہے ۔ جو کریگا ۔ وہ نہ ہوگا ۔ (جو اُسے کریگا یعنے ظہور دیگا ۔ نہیں ہوگا)

ایساؤتا ١٢٢ سپا ۔ کیا ہم نہیں جانتے کہ کیوں تجھے تباہ کر رہے ہیں؟ ہم انہیں ٢١

مُہلۃ دیتے ہیں ۔ یہ مُہلۃ کو نہیں مانتے ۔ ہم انہیں تباہ کردیں گے ۔ اور

مُہلۃ نہ دینگے ۔ یہ ہیں مستوجب اسی کے ۔ دیکھنا! کیسی خرابی ہوتی ہے ۔ پلک

جھلک میں ہوگا بس یہی ۔

تضرع ١٢٣ وسا ۔ یہ ہے ہماری قدرۃ کہ ہم کہتے ہیں ۔ تو سنتا ہے ۔ ہم دیتے ہیں تو ٢٢

لیتا ہے ۔ وہی لکھتا ہے جو ہماری مشیئۃ میں ہے ۔ تو ہماری قدرۃ پر سر

جھکاتا ہے اور کہتا ہے ۔ اے میرے واجب العبادۃ میں ہوں عبودیۃ

میں ہوں بندگی میں ۔ یہ کون جانے؟ کہ ہم نے تجھے پیدا کیونکر کیا ایسا؟ ہم

ہیں اپنی صنعتہ۔ ہم ہیں صنعتہ کے مالک یہی ہے +

رہتا۔ ہم نے اپنے ہر کام کا نام رکھا ہے۔ کام ہمارا ہے۔ نام ہمارا ہے۔ ہم جو کہکر پکارتے ہیں وہی ہے نام۔ تو نے ہمارے ناموں کو مانا۔ ہم نے تجکو دیئے۔ تو معانی لفظی لیگا۔ تو اسموں سے مسماؤں کو لیگا۔ لیگا جبھی کہ ہم دیں گے۔ بس یہی ہے +

ساتواں ملاپ

اس میں ہم نے اُن اُمور کا بیان کیا ہے جو حواس خمسہ سے متعلق ہے +

جب ہم کسی چیز کو دیکھتے تو کیونکر دیکھتے ہیں ؟

تم دیکھتے ہو آنکھوں سے۔ یا اور حواس خمسہ سے محسوس کرتے ہو۔ یا

حواس باطنہ سے تعقل کرتا ہو ——— ہم میں ہو۔ اور ہم سے
لو۔ جو اس طرح معلوم ہو وہ درست! یہ ہے ہماری راہ دریافت کرنے کے
لئے۔ یوں ہے ہم سے مانگنے کا طریق۔ بس یہی۔

جب ہم اُسے سوچتے ہیں تو کیونکر سوچتے ہیں؟

تم سوچتے ہو تعقل کر کے۔ تمہاری عقلیں ہیں بہت۔ اور ہر ایک کے کام
ہیں الگ۔ تمہیں چاہیئے اُن سے کام لو۔ وہ ہوتی ہیں ہم میں۔ اُن سے
جو کچھ ہوگا ہم سے ہوگا۔ ہوگا وہ قابل اطمینان کہ ہوگا ہم سے۔ یہی ہے۔

۳ جب وہ ہمیں نظر آتی ہے تو کیا ہوتی ہے۔

وہ مرئی ہوتی ہے۔ مگر آنکھوں سے۔ بس یہی۔

۴ جب شئے سمجھ میں آتی ہے تو کیا ہوتی ہے؟

قوائے عقلیہ کے ذریعہ سے سمجھ میں آتی۔ اسی واسطے وہ خود عقلی ہوتی ہے
جسم محسوس اُس پر نہیں ہوتا۔ ہم نے اُسے ایسا بنایا ہے کہ وہ آتی ہے اور

نہیں آسکتی سمجھ میں۔ ہم اگر چاہیں تو آ بھی سکے۔ یہ ہے ہماری مرضی۔ بس یہی

۵ | جب وہ بھول جاتی ہے تو کیا؟

جب وہ بھول جاتی ہے تم گھبراتے ہو۔ سوچتے ہو۔ یاد کرتے ہو۔ کتابوں میں دیکھتے ہو اور پھرتے ہو سوچتے ہوئے۔ اس میں بات اکثر یاد آ جاتی۔ ہم سے لو کہ ہم تمہیں دینگے۔

۶ | جب پھر یاد آتی تو کیا؟

۔تم بڑے خوش ہوتے ہو۔ اور ہمارا بھی شکرانہ بجالاتے ہو۔ تمہیں خبر نہیں ہوتی کہ ہم ہیں دیکھنے والے۔ ہم ہیں دیکر خوش ہونیوالے۔ ہم سے یہ بھی مانگو۔ ہم دیں گے۔ بس یہی ہے۔

۷ | جب اسے سوچتے ہیں تو کیونکر سوچتے ہیں

سوچنا یہی ہے کہ عبارۃ پڑھی۔ اگر کتاب سامنے ہے۔ آپ سوچا اگر نہیں ہے کتاب۔ لیکن اصل مسئلہ خیال میں ہونا چاہئے۔ اگر کتاب

سامنے نہیں ۔ کچھ بھی نہیں تو ہم سے مانگے۔ ہم دینگے۔ اور کیونکر مانگے
یہ سیکھے پروفسر آزاد سے۔ ہم نے اُسے ۵ کتابیں دیں

۸ جب نہیں تو کیونکر؟

چُپ بیٹھے۔ کچھ سوچا۔ ہائے وہ کیا خوب دن تھے! وہ کہاں؟ ہائے
وہ کہاں؟ افسوس وہی دن خوب تھے۔ ہم کہتے ہیں۔ تو ہو ہم میں۔ جب
ہم میں ہو گا۔ تو اور وہ ایک ہونگے۔ تجھے یہ بھی خیال آتا ہے۔ اگر یوں ہو
تو کیا خوب ہو! ہم کہتے ہیں۔ یہ ہو گا حدوث کے عالم میں۔ وہی انجام
وہی افسوس۔ ہائے کیا ہوا۔ ہائے کیونکر؟ یہ افسوس یا تو کرے گا یا
وہ۔ تو قدم کے ساتھ وابستہ ہو کہ خود قدم میں ہو۔ اور یہ بڑی چیز ہے اگر
ہو جائے ۔ بس ۔ یہی ۔ ہے۔

۹ وہ بڑی چیز ہو تو کیونکر ہو؟

یہ بڑائی تمہاری نسبت سے ہوتی ہے۔ تم اپنے اور اُس کے لحاظ سے بڑا سمجھتے ہو

بڑائی دیکھو ہماری نسبت سے۔ ہر شے ہم - ہر شے ہم سے۔ ہر شے ہم سے

بڑائی کیا رہی؟ سمجھو۔ تم ہو ہماری طرف۔ تم ہو ہم میں۔ ہم ہوں تم میں۔

جسقدر ہم میں ہوگے۔ اُتنے ہی تم غیروں سے بالاتر ہوگے۔ یہ ہی بڑائی

اوج ہے بڑائی۔ آؤ تم اوج میں۔ ہوگے بڑائی میں۔ ہے یہی۔

١٠ | جب ایسے ہو تو کیونکر ہو؟

تم اوج میں ہو تو ہو ہماری طرف۔ اور جسمیت کے اعتبار سے ہو دنیا میں۔

اُدہر رہو ضرورتوں کی مقدار میں۔ ادہر رہو جو کچھ ہو۔ تم جس طرح ادہر ہوئے

اس طرح کوئی ہوا نہیں۔ ادہر سے ادہر فیضان نے ظہور نہیں کیا۔ دنیا کے لوگ

حیرۃ کرتے ہیں۔ اور ہوگئے درپے آزار۔ ان کے آزاروں کو ہم توڑیں یہہ

مشکل نہیں۔ تم کو حد سے زیادہ آزار پہنچا رہے ہیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں۔ تم انہیں نہیں

چھوڑ سکتے۔ اور ان کی خوشامد بھی ہو نہیں سکتی۔ تم سے کہ نہیں کی تم نے۔ نہ تمہارے

بزرگوں نے۔ ہم بھی تم کو نہیں چھوڑتے۔ توڑا ہے ہم نے انکو اور توڑینگے بس یہی ہے

(حاشیہ: تم سے پہلے اس طرح [illegible] نے ہم [illegible] دیا نہیں [illegible])

۱۱ وہ تو کچھ ایسی بڑی نہیں

جب تم ہم میں ہو تو کوئی چیز تمہیں بڑی نہیں معلوم ہوتی۔ لیکن ہو تم دنیا میں۔ دنیا اپنے تئیں بڑا سمجھتی ہے۔ ہمارے ہاں علم بڑائی عقل بڑائی۔ ادھر کا شوق بڑائی۔ اس کی ریاضتہ بڑائی۔ دنیا اسکی تحقیر۔ تم اس میں۔ ہم دینگے تمہیں اس میں گذارہ۔ ہم دینگے تمہیں وہ کہ لینگے تمہیں۔ اور دینگے آسودگی۔ ہم ہیں اور ہیں تمہارے ساتھ۔ ہم ہیں نیا ئسا۔ جو کچھ کہا ہے حکم سے کہا ہے بس یہی ہے۔

۱۲ یہ تو کچھ ایسی بڑائی نہیں۔

یہ دنیا ہے ہمارے ہاں یہ بڑی نہیں۔ ہم ہیں قدم یہ ہے حدوث ہم اسے کچھ سمجھتے نہیں۔ اس کا زور ہم تک نہیں پہنچا۔ ہمارا زور اس پر پہنچتا ہے ہم ہیں قوائے مجردہ۔ یہ ہیں اجسام ہم نے ترکیب اور ترتیب دیئے ہیں ہم چاہیں تو توڑ کر کھنڈ لادیں۔ مگر حکم ہیں انکے انہوں نے مہلتہ دی ہے۔ اس مقام میں ہم

بے اختیار ہیں۔ تمہیں حکم ہے اِن میں رہنے کا۔ یہ ہیں بد۔ ہم دیکھ رہے ہیں جب
اُس درجہ پر آئینگے۔ ہم اِنہیں ڈھونڈلینگے۔ ایسا کہ ہونگے نہ ہونگے۔ کوئی نہ
جائیگا کہاں گئے۔ تمہیں انہوں نے روٹی سے عاجز کیا ہے۔ یہ کیا بڑی
بات ہے۔ روٹی ایسی بدعورتوں کے ہاتھ میں دی ہے۔ کہ دنیا کی بدا۔
یہ انہوں نے نہیں ہم پہنچائیں ہم نے لکھ دیا کہ ان سے احتیاط رکھنا۔ بتائیں
احتیاط کیلئے۔ اِنہوں نے اُنہی کو لیا اختیار کے لئے۔ ہمارا سمجھا ہوا تھا اب
دیکھنا پچھتائیں گے۔ معلوم ہوگا روٹی کا ٹکڑا کیسی بڑی چیز ہے۔ یہ تمہیں
کہتے ہیں۔ روٹی کے ٹکڑے کا محتاج کردینگے۔ ہم دیکھو انہیں کیسا محتاج
کرتے ہیں۔

نراکار کی بارگاہ سے آواز ہوئی۔ ہم ہیں اپنے میزان عدل پر تول رہے
ہیں تمہارے نظاموں کو۔ ہاں۔ بھاگنا نہیں۔ یہیں ہوگا جو کچھ ہوگا ہم۔
پھر کہتے ہیں۔ ۔ ہم ہزار برس پہلے ہم نے جن جن کو لکھ دیا تھا۔ دیکھو کیسا ٹھیک

وقت پر ظہور دیا ہے۔کیا ہم انہیں ٹھیک وقت پر فنا نہیں کر سکتے۔اور نہ فنا کریں؟ کیا خوار نہیں کر سکتے؟ ہم ہیں! ۔ہم ہیں! ۔ہم ہیں! ۔بس! یہی ہے!

۱۳ اب ہم کیونکر دیکھیں کہ سمجھ میں آئے۔یہ بڑی تو نہیں۔

تم ہو ہم میں۔ہم ہوں تم میں ہم دیں۔ تو تم لو۔ہم کہیں۔ نہیں۔ تو تم کہو یہ نہیں ہونی چاہئے۔اسکی تاثیر یہ ہوگی کہ جسکو دنیا کے لوگ بڑا ہی سمجھتے ہیں تمہیں بڑی نہ معلوم ہوگی۔ یہ ہے۔

۱۴ اب کیونکر سمجھ میں آئے کہ بڑی ہے۔

ہاں۔بڑی ہی ہے۔تم ہو دنیا میں ہو وہاں اور آؤ ادہر۔ہو ہمارے حکم میں جو کام کروگے وہ ہمارے حکم میں ہوگا۔حکم ہمارا ہوگا۔کروگے تم یہ ہوگی دنیا میں بڑائی جو یہاں ہیں وہ نہیں کر سکتے۔تم وہاں ہو۔کر سکتے ہو۔ہم اسے عرب میں کہوائینگے (ناسوت میں) دنیا۔ادہر کی کشتکاری ہے اُدہر یہ ہے۔

(عالم علوی میں)

۱۵ مجھے تو کچھ اس سے مطلب نہیں۔ حکم ہے۔

حکم ہے تمہیں کہ ہو یہاں۔ ہو تم اس طرح یہاں۔ گویا حکم سے بیٹھے ہو۔ حکم
اُٹھ جائے۔ ہو جاؤ صاف اُدھر۔ کوئی بات اِدھر ایسی نہ ہو جسکے لئے شوق دل
کا اِدھر ہو۔ شوق جو ہو وہ ہماری طرف ہو۔ یہ معنے ہیں اس کلام کے۔ بس یہی ہے۔

مجھے کیا غرض کہ حکم کا سبب ہے
یہ حکم ہوا کہ یہاں نہیں بیٹھ
ہے اُدھر ہو گیا"
ادھر

مجھے کیا غرض حکم نہیں۔

دنیا کو ہم نے عجائب و غرائب سے سجایا ہے۔ ہم نے اسے دل پزیر اور دلکش
کیا ہے حدوث دیکر۔ جب اسے قیام نہیں تو ہو تو ہم ہیں۔ اور حکم ہے ہماری طرف کا ہوگا
شوق ہماری طرف۔ اور ہوگا تو ایسا بے نیاز گویا غرض نہیں کچھ۔ یہاں سے
اُدھر ہوتے وقت۔ حکم سے ہے جو غرض ہے۔ یہی ہے بس۔

بس یہی۔

ہم نے پتا کا جامیا کو یہاں ختم کیا۔ دیکھ سری جے چند تو ہر راجوں کا راجہ مہاراجہ
یہ ہم نے کیا ہو تجکو۔ آج ہر تو ایسا۔ جو حکم ہم دیتے ہیں۔ تو جاری کرتا ہے۔ وہی ہوتا ہے۔ آج کہ ہم ہزار
برس بعد تو ہوگا پروفیسر آزاد۔ اسی کتاب کو لکھیگا تو اپنی زبان میں اُسے اُردو کہینگے۔

اُردو اتیر الشکر ہی۔ زبان کا نام یہ ہوگا۔ ہمنے جو کچھ بتایا ہے وہی تُونے لکھا ہے۔ ہم آ تو
ان سب کو ظہور دینگے۔ پھر بھی کافر ایسے ہونگے کہ ہماری قدرۃ کو نہ مانینگے۔ یہ ہیں ہما
باتیں ہمیں انکا کر دینا کچھ مشکل نہیں۔ ہم اپنے وعدہ کو پورا کرنے میں ہر وقت قادر ہ
ہیں مرضی ہماری وقت ہمارا ہے۔ جو نہیں مانتے ہمنے اُنہیں سُنا دیا ہے۔ نہ مانینگے پچتائینگے
اور ایسے بلبلائینگے کہ روئینگے اور سر پکڑ پکڑ کر دینگے۔ ہم اُسوقت بھی پوچھینگے کیا
عقل کچھ نہیں چلتی؟ یہ ہاتھ جوڑ جوڑ کر دعا مانگیں گے۔ ہم کہیں گے۔ اب نہیں ہو
جو ہو گیا ہو گیا۔ یہی ہے حکم! اب ہم تجھے کہتے ہیں۔ تو ہے پروفیسر آزاد۔ لکھ تو
طرف سے۔ سری مہاراج میں کیا عرض کروں۔ جو حضور سے ارشاد ہو وہی ہو
ہم کہتے ہیں۔ اے میرے ایشور تو نے کہا۔ تو نے لکھوایا۔ مجھ میں کیا طاقت ہے ← بہ طوفِل بعد گانہ
۔ تونے کہا بس۔ میں نے کہا بس یہی خاتمہ ہو گیا۔ (ہاں پروفیسر آزاد
آج ہے ۲۲ ر ماگھ بدی سمت ۱۸۵۳ ۔جنوری کی پہلی سنہ ۱۸۹۶ عیسوی۔ ربیع الثانی
۲۶ ر سنہ ۱۳۱۶ ہجری۔ دن ہے بُدھ کا۔ دیکھ یہ ہے معجزہ ہمارا۔ ۴ ہزار برس
بعد ہم نے اس کتاب کو تجھے لکھوا دیا سنہ۔ مہینے۔ مہینوں کی تاریخیں۔
کسی میں فرق نہیں۔ یہ ہے ہماری حکمۃ۔ جب ہم اپنا فلسفہ کام میں لائینگے تو
وہی وقت ہوگا جو ہم وعدہ کر چکے۔ یہی ہے! یہی ہے! یہی ہے! بس

